ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اپریل 2022ء - شعبان المعظم 1443ھ (جلد 19 شمارہ 08)

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 19 شمارہ 08

اپریل 2022ء - شعبان المعظم 1443ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.........35روپے

سالانہ..........400روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال......سیاسی ماحول میں تصادم کی فضاء کا ایک اور جھونکا.......مفتی محمد رضوان	3
درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط25)....روئے زمین پر''اوّلِ بیت''اور عبادت گاہ..// // //	5
درسِ حدیث.... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط6)....// // //	20
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ	
افادات وملفوظات..// // //	27
خوش مزاجی...اسلامی تعلیمات کا حصہ..............................مولانا شعیب احمد	33
ماہِ محرم: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات...............مولانا طارق محمود	36
علم کے مینار:.......... امت کے علماء وفقہاء (قسط14).......مفتی غلام بلال	38
تذکرۂ اولیاء:.....حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (دوسرا حصہ)....مولانا محمد ریحان	44
پیارے بچو!.................................بھیڑیا آ گیا!..............................// // //	47
بزمِ خواتین.....امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ).....مفتی طلحہ مدثر	49
آپ کے دینی مسائل کا حل...''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط14)...ادارہ	56
کیا آپ جانتے ہیں؟... قاضی امام ابو یوسف اور ''بشر مریسی''....مفتی محمد رضوان	69
عبرت کدہ............بنی اسرائیل کے دیگر مطالبات	
اور آیاتِ بینات کا ظہور..مولانا طارق محمود	81
طب وصحت.................انجیر کے فوائد وخواص................حکیم مفتی محمد ناصر	85
اخبارِ ادارہ.......... ادارہ کے شب وروز.............................// // //	87
اخبارِ عالم...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............مولانا غلام بلال	88

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال مفتی محمد رضوان

سیاسی ماحول میں تصادم کی فضاء کا ایک اور جھونکا

یوں تو ہمارے ملک کی سیاسی فضاء دنیا کے بیشتر ممالک کے مقابلے میں ویسے ہی تلخ ہے، اور ہمارے یہاں سیاست کے میدان میں ایسے ایسے گُل کھلائے جاتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر دنیا بھی ہنستی ہے، جہاں آئے دن سیاست میں وہ تھیٹر لگتا ہے کہ جس کے نظائر اور مثالیں شاید ہی دنیا کے کسی ملک میں پائی جاتی ہوں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں سیاست کی ایسی منڈی ہے کہ جہاں ہر طرح کا سڑا، بھسا اور گِھسا پٹا مال دستیاب ہے، جس کے خریداروں کی بھی کمی نہیں۔

اور جب سے جناب عمران خان صاحب کی ''تحریکِ انصاف'' حکومت آئی، اس وقت سے سیاسی فضاء مزید تلخ، اور مسموم ہوگئی، اور گویا کہ ''تحریکِ انصاف'' کے نام پر ''انصاف'' ہی نایاب ہوگیا، جھوٹ وفریب، گالم، گلوچ، الزام و بہتان تراشی، قانون شکنی، لوٹ مار، کرپشن، تشدد وغیرہ جیسی شاید کوئی خرابی ایسی نہ ہو، جو موجودہ سیاسی حکومت کے دور میں پروان نہ چڑھی ہو، اور اوپر سے ان سب خرابیوں پر مہذب خول چڑھا کر مزین کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے ''جھوٹ'' کو ''یوٹرن'' اور ''یوٹرن'' کو کامیابی کا زینہ تصور کیا جاتا ہے ''تضاد بیانی'' کو ''سچ اور حق'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو کام اپنے لیے خوبیوں کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اسی کام پر مخالفین کو طعنے دیئے جاتے ہیں، اور ''چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی'' کا مصداق بنا جاتا ہے، اور یہ سب کچھ ملک کے وزیرِ اعظم جناب عمران خان صاحب کی موجودگی میں اور ان کی نظروں کے سامنے ہورہا ہے، جس سے عام لوگوں کو تاثر یہی ملتا ہے کہ ان چیزوں میں جناب عمران خان صاحب کی رضامندی وسرپرستی بھی شامل ہے، یا پھر کم از کم وہ ان خرابیوں کی اصلاح کے لیے کوشاں نہیں ہیں، جبکہ اس قسم کی کئی چیزوں میں وہ براہِ راست خود بھی مشغول دکھائی دیتے ہیں۔

اب گزشتہ دنوں سے جب اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے جناب عمران خان صاحب کے خلاف

''تحریکِ عدمِ اعتماد'' جمع کرائی گئی، اس وقت سے جناب عمران خان صاحب اوران کے وزراء و ترجمان ، اوران کی سیاسی جماعت''تحریکِ انصاف'' سے وابستہ حضرات کی طرف سے ایسے بیانات واقدامات سامنے آرہے ہیں کہ جن کے نتیجے میں سیاسی جماعتوں اوران سے وابستہ لوگوں کے مابین، سخت تشدد، تصادم اور خانہ جنگی کے خطرات پیدا ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

ایسی صورتِ حال میں جب تک ملک کے بڑے ریاستی اداروں کی طرف سے مخلصانہ کوششیں نہیں ہوں گی، اس وقت تک اللہ خیر کرے: یہ خطرات بڑھتے ہی نظر آتے ہیں، بالخصوص جبکہ جناب وزیراعظم عمرن خان صاحب خود بھی یہ تاثر دے چکے ہیں کہ وہ حکومت سے باہر آ کر اس سے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے، جتنے وہ حکومت میں رہتے ہوئے خطرناک ثابت ہوئے۔

ان حالات میں جناب عمران صاحب کے خلاف''تحریک عدمِ اعتماد'' کامیاب ہونے، نہ ہونے کی دونوں صورتوں میں بڑے ریاستی اداروں کی طرف سے مؤثر اقدامات نہ ہوئے، تو ملک کے لیے سخت آزمائش اور تصادم وتشدد پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

اس لیے ابھی بھی وقت ہے کہ قوم وملک کے اہلِ حل وعقد اور ریاستی ادارے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے، موجودہ تلخ اور تصادم کی سیاسی فضاء میں بہتری لانے کے لیے اقدامات اٹھائیں، اور شر پسند عناصر اور قانون شکن افراد کے خلاف تادیبی کارروائی کریں۔

اللہ کرے کہ ایسا ہو، اور ملک مزید کسی بڑے امتحان سے دوچار ہونے سے محفوظ رہے۔آمین۔

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط25، آیت نمبر96، 97)

مفتی محمد رضوان

روئے زمین پر ”اوّلِ بیت“ اور عبادت گاہ

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ (96) فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا(97)

(سورة آلِ عمران، رقم الآيات96، 97)

ترجمہ: بے شک سب سے پہلا بیت جو رکھا گیا ہے، لوگوں کے لئے، یقیناً وہ ہے، جو ”بکہ“ میں ہے، جو کہ مبارک ہے، اور ہدایت ہے، تمام عالمین کے لئے (96) اس (بکہ) میں نشانیاں ہیں واضح، مقامِ ابراہیم ہے، اور جو اس (بکہ) میں داخل ہو گیا، تو وہ امن والا ہے (97) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں ساری دنیا کے مکانات، یہاں تک کہ تمام مساجد کے مقابلہ میں ”بیتُ اللہ“ یعنی کعبہ کی شرافت اور فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

جس کے ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ یہ ”افضل ترین بیت“ ”بکہ“ میں ہے، جس سے مراد، مکہ ہے۔

”بیتُ اللہ“ دنیا کی تمام مساجد اور عبادت گاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے، اور وہ برکت والا ہے اور وہ پورے جہان کے لئے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہے۔

مذکورہ آیات سے مکہ مکرمہ وحرم شریف کا بھی باعثِ خیر وبرکت ہونا معلوم ہوا، جس کو یہ خیر وشرف ”بیتُ اللہ“ کی وجہ سے حاصل ہوا۔

”بیتُ اللہ“ دراصل ”کعبہ“ کو کہا جاتا ہے، جس کے چاروں اطراف میں مسجد واقع ہے، جس میں طواف بھی ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اس کو ”مطاف“ کہا جاتا ہے، اس مسجد کو تمام روئے زمین کی مساجد پر فضیلت حاصل ہے، جس کو ”مسجدِ حرام“ کہا جاتا ہے، یہ فضیلت اس کو ”بیتُ اللہ“ کی وجہ سے ہی حاصل ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلَ؟ قَالَ: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى (صحيح البخاري، رقم الحديث ٣٣٦٦)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدِ حرام، میں نے عرض کیا کہ پھر کون سی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدِ اقصیٰ (بخاری)

حضرت خالد بن عرعرہ سے معتبر سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ "أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا" أَهُوَ أَوَّلُ بَيْتٍ بُنِيَ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّهٗ أَوَّلُ بَيْتٍ وُّضِعَ فِيْهِ الْبَرَكَةُ وَالْهُدَى، وَمَقَامُ إِبْرَاهِيْمَ، وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا (مستدرک حاكم، رقم الحديث ٣١٥٤) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا" کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہی پہلا گھر ہے، جو زمین میں بنایا گیا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، لیکن یہ پہلا گھر ہے، جس میں برکت، ہدایت اور مقامِ ابراہیم کو رکھا گیا ہے، اور جو اس میں داخل ہوگا، وہ امن والا ہوگا (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ "بیتُ اللہ" روئے زمین پر، اس حیثیت سے سب سے پہلا "بیت" اور سب سے پہلی "مسجد" اور "عبادت گاہ" ہے کہ اس سے پورے عالم کے لئے برکت اور ہدایت وغیرہ جیسی چیزوں کو وابستہ کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.

[2] وهذا الحديث يفسر المراد بقوله تعالى إن أول بيت وضع للناس للذى ببكة ويدل على أن المراد بالبيت بيت العبادة لا مطلق البيوت وقد ورد ذلك صريحا عن على أخرجه إسحاق بن راهويه وبن أبى حاتم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ایک روایت میں ’’بیتُ اللّٰہ‘‘ کو روئے زمین پر ’’اولِ بیت‘‘ بتایا گیا ہے۔
جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ’’بیتُ اللّٰہ‘‘ سے پہلے روئے زمین پر مسجد اور مسجد کے علاوہ کوئی دوسرا ’’بیت و مکان‘‘ نہ تھا۔ [1]

لیکن اس روایت کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغیرهما بإسناد صحيح عنه قبله قال كانت البيوت قبله ولكنه كان أول بيت وضع لعبادة الله قوله المسجد الأقصى يعني مسجد بيت المقدس قيل له الأقصى لبعد المسافة بينه وبين الكعبة وقيل لأنه لم يكن وراءه موضع عبادة وقيل لبعده عن الأقذار والخبائث والمقدس المطهر عن ذلک(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج٦،ص٤٠٨،باب قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خليلا)

[1] وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ: قال: أخبرنا أبو جعفر: محمد بن محمد ابن عبد الله البغدادی، قال: حدثنی يحيى بن عثمان بن صالح، قال: حدثنا أبو صالح الجهنی، قال: حدثنی ابن لهيعة، عن يزيد عن أبی الخير عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال: قال النبی، صلى الله عليه وآله وسلم: بعث الله جبريل، عليه السلام ، إلى آدم وحواء، فقال لهما: ابنيا لی بناء . فخط لهما جبريل، عليه السلام ، فجعل آدم يحفر وحواء تنقل حتى أجابه الماء، نودی من تحته: حسبک يا آدم .فلما بنياه أوحى الله، تعالى إليه: أن يطوف به، وقيل له: أنت أول الناس، وهذا أول بيت .ثم تناسخت القرون حتى حجه نوح، ثم تناسخت القرون حتى رفع إبراهيم القواعد منه.تفرد به ابن لهيعة هكذا، مرفوعا(دلائل النبوة للبيهقی، ج٢ص٤٤، ٤٥، جماع أبواب ما ظهر عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من الآيات بعد ولادته، وقبل مبعثه،باب ما جاء فی بناء الكعبة على طريق الاختصار، وما ظهر فيه على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من الآثار)

[2] وزعم السدی أنه أول بيت وضع على وجه الأرض مطلقا، والصحيح قول علی رضی الله عنه .فأما الحديث الذی رواه البيهقی فی بناء الكعبة فی كتابه دلائل النبوة من طريق ابن لهيعة، عن يزيد بن أبی حبيب، عن أبی الخير، عن عبد الله بن عمرو بن العاص مرفوعا بعث الله جبريل إلى آدم وحواء ، فأمرهما ببناء الكعبة، فبناه آدم، ثم أمر بالطواف به، وقيل له :أنت أول الناس، وهذا أول بيت وضع للناس فإنه كما ترى من مفردات ابن لهيعة وهو ضعيف .والأشبه، والله أعلم، أن يكون هذا موقوفا على عبد الله بن عمرو، ويكون من الزاملتين اللتين أصابهما يوم اليرموک من كلام أهل الكتاب(تفسیر ابن کثیر، ج٢،ص٦٧،سورة آل عمران)

"بعث الله جبريل إلى آدم وحواء فقال لهما: ابنيا لی بيتا، خط لهما جبريل، فجعل آدم يحفر وحواء تنقل حتى أجابه الماء، ثم نودی من تحته: حسبک يا آدم! فلما بنياه أوحى الله إليه أن يطوف به، وقيل له: أنت أول الناس، وهذا أول بيت، ثم تناسخت القرون حتى حجه نوح، ثم تناسخت القرون حتى رفع إبراهيم القواعد منه ."

منكر۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٤٠٦، أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا، اس کے علاوہ (دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے) ایک لاکھ درجہ افضل ہے (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِيْ ذَاكَ أَفْضَلُ مِنْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه البيهقى فى "دلائل النبوة (1/320) "وعنه ابن عساكر فى "تاريخ دمشق (2/321) "من طريق يحيى بن عثمان بن صالح قال: حدثنا أبو صالح الجهنى قال: حدثنا ابن لهيعة عن يزيد عن أبى الخير عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: قال النبى صلى الله عليه وسلم: فذكره .وقال البيهقى: "تفرد به ابن لهيعة مرفوعا ."قال الحافظ ابن كثير فى "السيرة ": (1/272) "قلت: وهو ضعيف، ووقفه على عبد الله بن عمرو أقوى وأثبت ."

قلت: هذا يوهم أنه روى عنه موقوفا بإسناد أقوى، مع أنه لم يخرجه هو ولا البيهقى موقوفا، فالظاهر أنه يعنى أن الوقف به أشبه، والله أعلم.

ثم إن فيه علتين أخريين:

الأولى: أبو صالح الجهنى هو عبد الله بن صالح المصرى كاتب الليث، قال الحافظ:

"صدوق كثير الغلط، ثبت فى كتابه، وكانت فيه غفلة ."

قلت: فيحتمل أن الغلط منه، فتعصيبه بابن لهيعة ليس بلازم.

الأخرى: يحيى بن عثمان، قال الحافظ: "صدوق رمى بالتشيع، ولينه بعضهم لكونه حدث من غير أصله " (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ١١٠٦)

[1] قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

مِائَةِ صَلَاةٍ فِيْ هٰذَا يَعْنِيْ فِيْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةَ (صحيح ابن حبان،رقم الحديث ١٦٢٠، كتاب الصلاة، باب المساجد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں نماز پڑھنا اس کے علاوہ دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ افضل ہے، سوائے مسجدِ حرام کے، اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا میری اس مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ (اور دوسری عام مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ درجہ) افضل ہے (ابنِ حبان)

اس قسم کی احادیث اور بھی کئی معتبر سندوں سے مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے، جبکہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔

البتہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث میں مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں ہزار نمازوں کے بجائے، پچاس ہزار نمازوں کے برابر ذکر کیا گیا ہے۔ [2]

لیکن اس حدیث کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے، بعض حضرات نے اس حدیث کو شدید ضعیف اور منکَر تک بھی قرار دیا ہے۔ [3]

اور اس روایت کی کسی دوسری روایت سے تائید بھی نہیں ہوتی، بلکہ دوسری کثیر اور صحیح احادیث اس کے خلاف ہیں، جن میں مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے بجائے ایک ہزار نمازوں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابنِ حبان)

[2] حدثنا هشام بن عمار قال :حدثنا أبو الخطاب الدمشقى قال :حدثنا رزيق أبو عبد الله الألهانى، عن أنس بن مالك، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة الرجل فى بيته بصلاة، وصلاته فى مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة، وصلاته فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس مائة صلاة، وصلاته فى المسجد الأقصى بخمسين ألف صلاة، وصلاته فى مسجدى بخمسين ألف صلاة، وصلاة فى المسجد الحرام بمائة ألف صلاة (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٤١٣)

[3] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده ضعيف جدًا لجهالة أبى الخطاب الدمشقى، ورُزيق أبو عبد الله الألهانى قال عنه ابن حبان :لا يجوز الاحتجاج به إلا عند الوفاق، وقال الذهبى عن هذا الحديث فى "الميزان "عندما ترجم لأبى الخطاب الدمشقى :هذا منكر جدًا(حاشية سنن ابن ماجه)

کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ ل

ل عن أنس بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الرجل فى بيته بصلاة وصلاته فى مسجد القبائل بخمسة وعشرين صلاة وصلاته فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس ماية وصلاته فى المسجد الأقصى بخمسين ألفا وصلاته فى مسجدى هذا بخمسين الفا وصلاته فى المسجد الحرام بماية ألف ومعروف الخياط هذا عامة ما يرويه وما ذكرته أحاديث لا يتابع عليه(الكامل فى ضعفاء الرجال، ج٨،ص٣٥، ٣٦، تحت ترجمة معروف بن عبد الله الخياط الدمشقى، رقم الترجمة ١٨٠٧)

حديث :صلاة الرجل فى بيته بصلاة ، وصلاته فى مسجد القبائل بخمسة وعشرين صلاة ، وصلاته فى مسجدى بخمسين ألفاً ، وصلاته فى المسجد الحرام بمئة ألف .رواه معروف بن عبد الله الخياط :عن رزيق أبى عبد الله ، عن أنس .ومعروف هذا منكر الحديث (ذخيرة الحفاظ لمحمد بن طاهر المقدسى، ج٣،ص١٥٣٢، تحت رقم الرواية ٣٣٩٨)

أبو الخطاب الدمشقى (ق).اسمه حماد .عن رزيق الالهانى .وعنه هشام بن عمار، ومسلمة الخشنى.ليس بالمشهور .قال هشام :حدثنا أبو الخطاب الدمشقى، حدثنا زريق الالهانى، عن أنس -مرفوعا :صلاة الرجل فى المسجد الاقصى بخمسين ألف صلاة .هذا منكر جدا (ميزان الاعتدال فى نقد الرجال للذهبى، ج٤ص٥٢٠، تحت رقم الترجمة ١٠١٥٣)

وفى إسناده رزيق -بتقديم الراء المهملة -الألهانى .قال أبو زرعة :فلا بأس به .نقله عنه الحافظ جمال الدين المزى مقتصرا، وقال ابن حبان فيما نقله عنه ابن الجوزى فى الضعفاء :ينفرد بالأشياء التى لا تشبه حديث الأثبات لا يجوز الاحتجاج به إلا عند الوفاق.وقال ابن الجوزى فى علله :إنه حديث لا يصح.وقال الخطيب: رزيق هذا فى عداد المجهولين . قلت :ورأيت ابن حبان ذكره فى ثقاته والراوى عن رزيق لا يعرف، وهو أبو الخطاب حماد .قال الذهبى فى ميزانه :ليس بالمشهور(البدر المنير ،لابن الملقن، ج٩،ص٥١٤،كتاب النذر ،الحديث الثامن عشر)

عن أنس بن مالک قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :صلاة الرجل فى بيته بصلاة وصلاته فى مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة وصلاته فى المسجد الذى يجمع فيه بخمس مائة صلاة وصلاته فى المسجد الأقصى بخمسين ألف صلاة وصلاته فى مسجدى بخمسين ألف صلاة وصلاته فى المسجد الحرام بمائة ألف صلاة."

قال المؤلف" :هذا حديث لا يصح."

قال أبو حاتم" :ابن حبان رزيق ينفرد بالأشياء التى لا تشبه حديث الأثبات لا يحتج بما ينفرد به "(العلل المتناهية فى الأحاديث الواهية،لجمال الدين أبى الفرج الجوزى، ج٢،ص٨٦،كتاب الحج، حديث فى الصلاة فى الحرم)

هذا إسناد ضعيف أبو الخطاب الدمشقى لا نعرف حاله ورزيق أبو عبد الله الألهانى فيه مقال حكى عن أبى زرعة أنه قال لا بأس به وذكره ابن حبان فى الثقات وفى الضعفاء

وقال ينفرد بالأشياء التى لا تشبه حديث الثقات لا يجوز الاحتجاج به إلا عند الوفاق انتهى.

وأورده ابن الجوزى فى العلل المتناهية بسند ابن ماجة وضعفه برزيق(مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه، ج٢ص١٥، تحت رقم الحديث ٥٠٣،كتاب إقامة الصلاة والسنن فيها،باب الصلاة فى المساجد ومسجد الجامع)

﴿بقيه حاشيه اگلے صفحے پر ملاحظه فرمائيں﴾

www.idaraghufran.org

اس لئے اس ضعیف اور بعض حضرات کے بقول شدید ضعیف ومنکر روایت کو دوسری صحیح اور کثیر روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول کرنا مشکل ہے، اگرچہ موجودہ دور کے بہت سے اہلِ علم حضرات، بالخصوص اردودان اصحابِ قلم نے اس حدیث کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے، اوراسی وجہ سے عوام میں بھی مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر حاصل ہونا مشہور ہے۔

پھر دوسری آیت کے شروع میں فرمایا گیا کہ:

”فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا“

”اس (بکہ) میں نشانیاں ہیں واضح، مقامِ ابراہیم ہے، اور جو اس (بکہ) میں داخل ہوگیا، تو وہ امن والا ہے“

مطلب یہ ہے کہ اس مکہ اور زمینِ حرم میں اللہ کی واضح نشانیاں ہیں، جن میں ایک واضح اور اہم نشانی مقامِ ابراہیم ہے، اور زمینِ حرم کی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوجائے، وہ امن والا ہے، منیٰ ومزدلفہ بھی زمینِ حرم میں داخل ہے۔

جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٢٦)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(صلاة الرجل فی بیته بصلاة وصلاته فی مسجد القبائل بخمس وعشرين صلاة وصلاته فی المسجد الذی يجمع فيه بخمسمائة صلاة وصلاته فی المسجد الأقصى بخمسين ألف صلاة وصلاته فی مسجدی بخمسين ألف صلاة وصلاته فی المسجد الحرام بمائة ألف صلاة، أخرجه ابن ماجه(١ / ٤٣١ - ٤٣٢)من طريق أبی الخطاب الدمشقی :ثنا زريق أبو عبد الله الألهانی عنه .قال فی (الزوائد)إسناده ضعيف لأن أبا الخطاب الدمشقی لا يعرف حاله وزريق فيه مقال حكى عن أبی زرعة أنه قال :لا بأس به وذكره ابن حبان فی (الثقات) وفی (الضعفاء) وقال :ينفرد بالأشياء لا يشبه حديث الأثبات لا يجوز الاحتجاج به إلا عند الوفاق.

وقال الحافظ فی (التقريب) إنه:(صدوق له أوهام) قلت :وهذا الحديث من أوهامه إن كان أبو الخطاب قد حفظه منه وإلا فأبو الخطاب لا يعرف كما سبق وقال الحافظ : (إنه مجهول) .وقال الذهبی فی (الميزان): (ليس بالمشهور) ثم ساق له هذا الحديث ثم قال: (هذا منكر جدا) ونعم ما قال وقد أخرج الحديث ابن عساكر أيضا فی ترجمة مسجد دمشق من طرق عن أبی الخطاب به (الثمر المستطاب فی فقه السنة والكتاب للالبانی، ج٢،ص ٥٨٠، ٥٨١، كتاب المساجد، وأفضل المساجد وأعظمها حرمة أربعة)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب! بنادیجیے اس شہر کو امن والا، اور رزق دیجیے اس کے رہنے والوں کو مختلف پھلوں کا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر (سورہ بقرہ)

اور سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا (سورة إبراهيم، رقم الآية ٣٥)

ترجمہ: اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب! بنادیجیے اس شہر کو امن والا (سورہ ابراہیم)

اور سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا (سورة النمل، رقم الآية ٩١)

ترجمہ: بس حکم دیا گیا ہے مجھے اس بات کا کہ میں عبادت کروں اس شہر کے رب کی، جس کو اس نے حرام (یعنی قابلِ احترام) قرار دے دیا ہے (سورہ نمل)

اور سورہ تین میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ (سورة التين، رقم الآية ٣)

ترجمہ: اور قسم ہے اس امن والے شہر کی (سورہ تین)

مذکورہ آیات میں احترام اور امن والے شہر سے مراد مکہ مکرمہ اور بطورِ خاص زمینِ حرم ہے۔

احادیث میں بھی زمینِ حرم کو احترام والا بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى: أَتَدْرُوْنَ أَىُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّ هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُوْنَ أَىُّ بَلَدٍ هٰذَا قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ: بَلَدٌ حَرَامٌ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٠٤٣، كتاب الادب، باب بلاترجمة بعد باب الحب فى الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں تشریف فرما ہونے کی حالت میں فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو، یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ

جانتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت والا دن ہے، پھر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اوراس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرمت والا شہر ہے(بخاری)

اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ:أَلاَ، أَيُّ شَهْرٍ تَعْلَمُوْنَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً ؟قَالُوْا:أَلاَ شَهْرُنَا هٰذَا، قَالَ:أَلاَ، أَيُّ بَلَدٍ تَعْلَمُونَهُ أَعْظَمُ حُرْمَةً ؟قَالُوْا:أَلاَ بَلَدُنَا هٰذَا (صحيح البخاری،رقم الحديث ٦٧٨٥، كتاب الحدود، باب: ظهر المؤمن حمى إلا فى حد أو حق)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پرفرمایا کہ اے لوگو!تم کون سے مہینے کوعظیم احترام والا سمجھتے ہو؟ سب نے جواب میں کہا کہ اس مہینے کو،آپ نے فرمایا کہ کس شہرکوسب سے زیادہ احترام والا سمجھتے ہو؟ سب نے جواب میں کہا کہ اس شہرکو(بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ:إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ (صحيح البخاری،رقم الحديث١٥٨٧، كتاب المناسك، باب فضل الحرم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن فرمایا کہ اللہ نے اس شہرکوحرام (یعنی محترم) بنایا ہے،اس کے کانٹوں کونہیں کاٹا جائے گا،اوراس کے شکارکونہیں بھگایا جائے گا(بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ -فَتْحِ مَكَّةَ -لَا هِجْرَةَ، وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْاوَقَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ -فَتْحِ مَكَّةَ - إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ

بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ، فَقَالَ :إِلَّا الْإِذْخِرَ(مسلم، رقم الحدیث ۱۳۵۳ "۴۴۵")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن، جب مکہ فتح ہوا،تو فرمایا کہ ہجرت نہیں، لیکن جہاداور نیت ہے،اور جب تمہیں (جہاد کے لئے) بلایا جائے،تو جاؤ ،اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن، جب مکہ فتح ہوا،تو فرمایا کہ اس شہر کو اللہ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے دن حرام قرار دیا تھا،تو یہ اللہ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرام رہے گا،اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی اس شہر میں قتال حلال نہ تھا،اور میرے لیے بھی دن کے ایک تھوڑے حصہ میں حلال ہوا ہے،تو یہ اللہ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک حرام رہے گا ، نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں، اور نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے، اور کوئی بھی یہاں گری پڑی چیز کو نہ اٹھائے،سوائے اس کے کہ اسے اس کے مالک کو پہنچائی جائے،اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول !سوائے ’’اذخر‘‘(گھاس کو مستثنیٰ قرار دے دیں) کیونکہ وہ ہمارے گھروں (کی چھتوں)اور ہماری قبروں کے کام آتا ہے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے سوائے اذخر (گھاس)کے(مسلم)

اس قسم کی آیات واحادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام اور مجتہدینِ عظم نے حدودِ حرم کے مخصوص احکام اور پابندیوں کو ذکر فرمایا ہے،جن کو فقہی کتب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَاقِفٌ بِالْحَزْوَرَةِ فِيْ سُوْقِ

مَکَّةَ،وَاللّٰهِ إِنَّکِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْکِ مَا خَرَجْتُ(مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۷۱۵) ل

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ حزورہ میں، جو مکہ کے بازار میں واقع تھا، میں کھڑے ہوکر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم بے شک تو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے اور اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب زمین ہے، اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں درجِ ذیل الفاظ ہیں:

أَنَّـهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَاقِفٌ بِالْحَزْوَرَةِ مِنْ مَکَّةَ يَقُوْلُ لِمَکَّةَ:وَاللّٰهِ إِنَّکِ لَأَخْيَرُ أَرْضِ اللّٰهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوْلَا أَنِّيْ أُخْرِجْتُ مِنْکِ مَا خَرَجْتُ(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۸۷۱۶) ٢

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے مقامِ حزورہ میں کھڑے ہوکر مکہ کے لیے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! بے شک تو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے، اور اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اگر مجھے تجھ سے نہ نکالا جاتا، تو میں نہ نکلتا (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَزْوَرَةِ، فَقَالَ:عَلِمْتُ أَنَّکِ خَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ، وَأَحَبُّ الْأَرْضِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَوْلَا أَنَّ أَهْلَکِ أَخْرَجُوْنِيْ مِنْکِ مَا خَرَجْتُ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۸۷۱۷) ٣

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ حزورہ میں کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ بے شک تو اللہ

ل قال شعيب الارنووط: إسناده صحيح(مسند احمد)

٢ قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية مسند احمد)

۳ قال شعیب الارنؤوط:حدیث صحیح علی وھم فی إسنادہ(حاشیۃ مسند احمد)

کی سب سے بہترین زمین ہے، اور اللہ عز وجل کو سب سے زیادہ محبوب ہے، اوراگر تیرے اہلِ خانہ مجھے تجھ سے نہ نکالتے ،تو میں نہ نکلتا (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَی الْحَجُوْنِ عَامَ الْفَتْحِ فَقَالَ:وَاللّٰہِ إِنَّکِ لَخَیْرُ أَرْضِ اللّٰہِ، وَلَوْ لَمْ أُخْرَجْ مِنْکِ مَا خَرَجْتُ، وَإِنَّھَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ کَانَ قَبْلِیْ، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِیْ سَاعَۃً مِّنْ نَھَارٍ، ثُمَّ ھِیَ مِنْ سَاعَتِیْ ھٰذِہٖ حَرَامٌ، لَا یُعْضَدُ شَجَرُھَا، وَلَا یُحْتَشُّ خَلَاھَا وَلَا یُلْتَقَطُ إِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ شَاہٌ – وَزَعَمَ النَّاسُ أَنَّہُ الْعَبَّاسُ ،فَقَالَ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّہٗ لِبُیُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:إِلَّا الْإِذْخِرَ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۵۹۵۴) ۱

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال ’’حجون‘‘ نام کے مقام پر کھڑے ہوکرفرمایا کہ اللہ کی قسم!تو اللہ کی زمین میں سب سے بہتر ہے،اوراگر مجھے تجھ سے نہ نکالا جاتا،تو میں نہ نکلتا،اورمکہ(میں جنگ کرنا) مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا، اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں (فتح مکہ کے موقع پر) حلال کیا گیا تھا، پھر یہ میرے لیے بھی اس وقت سے ہی حرام ہے،اس کا درخت نہیں کاٹا جائے گا،اوراس کے نباتات کو نہیں اکھاڑا جائے گا،اور کوئی لقطہ نہیں اٹھایا جائے گا،سوائے مالک کو تلاش کرنے والے کے،تو ایک آدمی نے جس کا نام ’’شاہ‘‘ تھا،اور بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ اس کا نام عباس تھا، یہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!’’اذخر‘‘(نامی خودرو) گھاس کی تو اجازت دے دیجیے، کیونکہ وہ ہمارے گھروں (کی چھتوں) اور ہماری قبروں کے کام آتا ہے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے’’اذخر‘‘ کی اجازت دے دی (مسند ابی یعلیٰ)

---

۱ قال حسین سلیم أسد الدارانی:إسنادہ حسن(حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا أَطْیَبَکِ مِنْ بَلْدَۃٍ وَأَحَبَّکِ إِلَیَّ، وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِیْ أَخْرَجُوْنِیْ مِنْکَ، مَا سَکَنْتُ غَیْرَکَ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۷۰۹، کتاب الحج، باب فضل مکۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ مکرمہ کے متعلق) فرمایا کہ تو کیا ہی زیادہ پاکیزہ شہر ہے، اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی، تو میں تیرے علاوہ کسی اور جگہ سکونت اختیار نہ کرتا (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّۃَ، قَالَ: أَمَا وَاللّٰہِ، لَأَخْرُجُ مِنْکِ، وَإِنِّیْ لَأَعْلَمُ أَنَّکِ أَحَبُّ بِلَادِ اللّٰہِ إِلَیَّ وَأَکْرَمُہٗ عَلَی اللّٰہِ، وَلَوْلَا أَنَّ أَہْلَکِ أَخْرَجُوْنِیْ مَا خَرَجْتُ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۲۶۶۲) [2]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے، تو یہ فرمایا کہ خبردار اللہ کی قسم! میں تجھ سے نکل رہا ہوں، اور بے شک میں جانتا ہوں کہ تو اللہ کے شہروں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ومعزز ہے، اور اگر تیرے اہلِ خانہ مجھے نہ نکالتے، تو میں نہ نکلتا (مسند ابی یعلیٰ)

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت میں ''مکہ'' میں ''آیاتِ بینات'' کے ساتھ ''مقامِ ابراہیم'' کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ فرمایا گیا کہ:

''فِیْہِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاہِیْمَ''

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیۃ صحیح ابن حبان)

[2] قال حسین سلیم أسد الدارانی: رجالہ رجال الصحیح خلا محمود بن خداش وھو ثقۃ (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

''اس(بکہ) میں نشانیاں ہیں واضح، مقامِ ابراہیم ہے''

''مقامِ ابراہیم'' کے متعلق، سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا .وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى

(سورة البقرة، رقم الآية ۱۲۵)

ترجمہ: اور جب کر دیا ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے عبادت گاہ اور امن کی جگہ، اور بناؤ تم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ (سورہ بقرہ)

مقامِ ابراہیم، درحقیقت اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اور ان کے آثار میں سے ہے، جس میں حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین کے نشانات ثبت ہیں، بعض حضرات کی تصریح کے مطابق اس پتھر پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی۔

مقامِ ابراہیم کے قریب ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے۔

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اضافہ واصلاح شدہ ساتواں ایڈیشن

ماہِ رمضان کے فضائل واحکام

اس کتاب میں قرآن وحدیث اورفقہ کی روشنی میں اسلامی سال کے نویں مہینہ "ماہِ رمضان" اوراس سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزہ کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، لیلۃ القدر کے فضائل واحکام اوران سے متعلق رائج منکرات واصلاحات کو مدلل ومفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے، ساتھ ہی تراویح اور مسنون اعتکاف کی فضیلت واہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

(بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام)

نمازِ تراویح کے فضائل واحکام

رمضانُ المبارک کے ایک اہم عمل نمازِ تراویح کے تفصیلی فضائل واحکام
نمازِ تراویح اوراُس میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی فضیلت واہمیت
نمازِ تراویح کی مسنون تعداد کے ثبوت پر تفصیلی دلائل اور شبہات کا ازالہ
نمازِ تراویح کی جماعت، امامت واقتداء کے احکام
تراویح کی نماز میں سجدۂ تلاوت اور رکعت میں غلطی واقع ہوجانے کے احکا
نمازِ وتر اوراس کی جماعت کے احکام
تراویح کی نماز سے متعلق اہم مسائل پر تحقیقی کلام

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

نفل، سنت اورواجب

اعتکاف کے فضائل واحکام

نفل ومستحب، مسنون اورواجب اعتکاف کے تفصیلی فضائل واحکام
نفل ومستحب اعتکاف کی فضیلت اوراُس کے اوقات واحکام
مسنون اعتکاف کی فضیلت اوراُس کے اوقات واحکام
واجب اعتکاف کی حقیقت اوراُس کے اوقات واحکام
اورمتعلقہ تحقیقی مسائل پر مفصّل ومدلّل کلام

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

جلد4

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد5

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد6

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد7

علمی وتحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد8

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد12

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...احادیثِ ختمِ نبوت
(2)...شَفَاعَةُ النَّبِيِّ لِأَبَوَيِ النَّبِيِّ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد15

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِّ رسول کی سزاء وتوبہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد16

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)...بروزِ جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)...جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)...تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد17

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...گاؤں میں جمعہ
(2)...عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم
(3)...عید کے اہم مسائل
(4)...نمازِ عید، باجماعت اورتنہاء پڑھنے کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط6)

علامہ ابنِ تیمیہ کا چوتھا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وإذا قبضت الروح عرج بها إلى الله فى أدنى زمان ثم تعاد إلى البدن فتسأل وهى فى البدن .ولو كان الجسم هو الصاعد النازل لكان ذلک فى مدة طويلة وكذلک ما وصف النبى صلى الله عليه وسلم من حال الميت فى قبره وسؤال منكر ونكير له والأحاديث فى ذلک كثيرة .

وقد ثبت فى "الصحيحين "من حديث البراء بن عازب رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(إذا أقعد الميت فى قبره أتى ثم شهد أن لا إله إلا الله فذلک قوله:"يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا وفى الآخرة")

وكذلک فى "صحيح البخارى "وغيره عن قتادة عن أنس عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(إن العبد إذا وضع فى قبره -وذهب أصحابه حتى إنه ليسمع قرع نعالهم -أتاه ملكان فأقعداه فيقولان له: ما كنت تقول فى هذا الرجل محمد؟ فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله .فيقول له انظر إلى مقعدک من النار أبدلک الله به مقعدا من الجنة .قال النبى صلى الله عليه وسلم فيراهما جميعا .وأما الكافر

والـمنافق فيقول :هـاه هـاه لا أدرى كنت أقول ما يقول الناس سـمعت الـنـاس يـقـولـون شيـئـا فقلته فيقال له :لا دريـت ولا تـليت ويضرب بمطرقة من حديد بين أذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين) والـناس فى مثل هذا على "ثلاثة أقوال "مـنهم من ينكر إقعاد الميت مـطلقا لأنه قد أحاط ببدنه من الحجارة والتراب ما لا يمكن قعوده معه وقد يكون فى صخر يطبق عليه وقد يوضع على بدنه ما يكشف فيوجد بـحاله ونحو ذلكـ .ولهـذا صـار بعض الناس إلى أن عذاب القبر إنما هـو على الروح فقط كما يقوله ابن ميسرة وابن حزم .وهذا قول منكر عند عامة أهل السنة والجماعة.

وصار آخرون إلى أن نفس البدن يقعد على ما فهموه من النصوص .

وصـار آخـرون يـحتـجـون بالقدرة وبخبر الصادق ولا ينظرون إلى ما يـعـلـم بـالـحـس والمشاهدة وقدرة الله حق وخبر الصادق حق؛ لكن الشأن فى فهمهم .وإذا عـرف أن النائم يكون نائما وتقعد روحه وتقوم وتـمشـى وتـذهـب وتتـكلم وتفعل أفعالا وأمورا بباطن بدنه مع روحه ويـحـصـل لبـدنـه وروحـه بهـا نعيم وعذاب؛ مع أن جسده مضطجع؛ وعيـنيـه مغمضة وفمه مطبق.وأعضاء ه ساكنة وقد يتحرك بدنه لقوة الـحـركة الـداخـلة وقـد يـقـوم ويمشى ويتكلم ويصيح لقوة الأمر فى بـاطـنـه؛ كـان هـذا مـمـا يـعتبر به أمر الميت فى قبره؛ فإن روحه تقعد وتجلس وتسأل وتنعم وتعذب وتصيح وذلكـ متصل ببدنه؛ مع كونه مـضـطجعا فى قبره .وقـد يـقـوى الأمر حتى يظهر ذلكـ فى بدنه وقد يـرى خـارجـا مـن قبـره والـعـذاب عـليــه وملائكة العذاب موكلة بـه فيتـحركـ بدنه ويمشى ويخرج من قبره وقد سمع غير واحد أصوات

المعذبين في قبورهم وقد شوهد من يخرج من قبره وهو معذب ومن يقعد بدنه أيضا إذا قوى الأمر لكن هذا ليس لازما في حق كل ميت. كما أن قعود بدن النائم لما يراه ليس لازما لكل نائم بل هو بحسب قوة الأمر .

وقد عرف أن أبدانا كثيرة لا يأكلها التراب كأبدان الأنبياء وغير الأنبياء من الصديقين وشهداء أحد وغير شهداء أحد والأخبار بذلك متواترة .

لكن المقصود أن ما ذكره النبي صلى الله عليه وسلم من إقعاد الميت مطلقا هو متناول لقعودهم ببواطنهم وإن كان ظاهر البدن مضطجعا .

ومما يشبه هذا إخباره صلى الله عليه وسلم بما رآه ليلة المعراج من الأنبياء في السموات وأنه رأى آدم وعيسى ويحيى ويوسف وإدريس وهارون وموسى وإبراهيم صلوات الله وسلامه عليهم وأخبر أيضا أنه رأى موسى قائما يصلي في قبره؛ وقد رآه أيضا في السموات .ومعلوم أن أبدان الأنبياء في القبور إلا عيسى وإدريس .

وإذا كان موسى قائما يصلي في قبره ثم رآه في السماء السادسة مع قرب الزمان؛ فهذا أمر لا يحصل للجسد .ومن هذا الباب أيضا نزول الملائكة صلوات الله عليهم وسلامه :جبريل وغيره (مجموع الفتاوى،لابن تيمية،ج۵،ص ۵۲۶،الیٰ ۵۲۷،کتاب الأسماء والصفات)

ترجمہ:اور جب روح کوقبض کرلیا جاتا ہے،تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لے کر چڑھا جاتا ہے،اور یہ کام ادنیٰ وقت میں (آناً فاناً) ہوجاتا ہے، پھراس کی روح کو بدن کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، پھراس روح سے سوال ہوتا ہے،اور وہ بدن میں ہوتی ہے،اور اگر جسم کو لے کر اوپر جایا جاتا، پھر نیچے اتارا جاتا،تو یہ کام لمبے وقت میں ہوتا،اور یہی صورت

حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کردہ قبر میں میت کی حالت کی بھی ہے، اور منکر نکیر کے، میت سے سوال کرنے کی بھی ہے، جس کے بارے میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اور صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''جب میت کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، تو وہ (مومن ہونے کی صورت میں) ''لا الٰــہ الا اللّٰــہ'' کی گواہی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے قول ''**یثبت اللّٰــہ الـذیـن آمـنـوا بـالـقـول الثابـت فـی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ**'' میں اسی بات کا ذکر ہے۔

اور اسی طرح سے ''صحیح بخاری'' وغیرہ میں حضرت قتادہ سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھی جانے لگتے ہیں، اور بے شک یہ (قبر کا مُردہ) ان (جانے والوں) کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اسے بٹھاتے ہیں، پھر وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تو اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ پس (مومن تو) یہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنے جہنم کے ٹھکانے کو دیکھ لے، اللہ نے تیرے لئے اس جہنم کے ٹھکانے کو جنت کے ٹھکانے سے تبدیل فرما دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے۔

جہاں تک کافر اور منافق کا تعلق ہے، تو وہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں وہی کچھ کہا کرتا تھا، جو عام لوگ کہتے تھے، پھر اس کو جواب میں کہا جاتا ہے کہ نہ تو تُو نے (خود حق کو) سمجھا، اور نہ (حق سمجھنے والوں کی) اتباع کی، اور اس کو لوہے کے گرزوں سے شدید ضرب لگائی جاتی ہے، پھر وہ ایسی چیخ مارتا ہے، جس کو اس کے قریب والے انسان اور جنات کے علاوہ (دوسرے جانور وغیرہ) سنتے ہیں''

اس حدیث کے متعلق لوگوں کے تین اقوال ہیں، ایک قول اُن بعض لوگوں کا ہے، جو قبر کے اندر میت کے بٹھانے کا مطلق انکار کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میت کے بدن کو تو پتھر اور مٹی نے گھیرا ہوا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا بیٹھنا ممکن نہیں ہوتا، اور بعض اوقات وہ پتھر میں ہوتا ہے، جو اس کے اوپر ہوتے ہیں، اور بعض اوقات اس کے بدن پر موجود چیز (مٹی وغیرہ) کو ہٹایا جاتا ہے، تو وہ مُردہ اسی حال میں موجود ہوتا ہے، اسی طرح کی اور باتیں بھی ہوتی ہیں، اور ان ہی وجوہات کی بناء پر بعض لوگ عذابِ قبر کے صرف روح پر ہونے کے قائل ہیں، جیسا کہ ابنِ میسرہ اور ابنِ حزم کا قول ہے۔ لیکن اکثر اھلُ السنة والجماعة کے نزدیک یہ قول اجنبی و ناپسندیدہ ہے۔

اور دوسرا قول اُن لوگوں کا ہے، جو بدن ہی کو بٹھائے جانے وغیرہ کے قائل ہیں (روح کا اس میں دخل نہیں مانتے) جیسا کہ انہوں نے نصوص سے سمجھا ہے۔

اور تیسرا قول اُن (جمہور) حضرات کا ہے، جو اللہ کی قدرت اور سچے نبی کی خبر سے دلیل پکڑتے ہیں، اور وہ حس اور مشاہدے سے معلوم شدہ چیز پر نظر نہیں کرتے، اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قدرت بھی حق ہے، اور مخبرِ صادق کی خبر بھی حق ہے، لیکن ہماری فہم قاصر ہے (اس لیے ہمیں اپنے حس اور مشاہدہ سے یہ چیز سمجھ نہیں آتی) جیسا کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سونے والا، سو رہا ہوتا ہے، اور اس کی روح بیٹھتی ہے، اور کھڑی ہوتی ہے، اور چلتی ہے، اور جاتی ہے، اور کلام کرتی ہے، اور کئی افعال اور امور کو اپنے بدن کے باطن سے، اپنے ساتھ استعمال کرتی ہے، اور اس کے بدن اور روح کو راحت اور تکلیف حاصل ہوتی ہے، باوجودیکہ اس کا جسم لیٹا ہوا ہوتا ہے، اور اس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں، اور اس کا منہ بھی بند ہوتا ہے، اور اس کے اعضاء غیر متحرک ہوتے ہیں، اور بعض اوقات اس کا بدن حرکت کرتا ہے، جبکہ اس کے بدن کی داخلی حرکت قوی ہوتی ہے، اور بعض اوقات اسی حالت میں کھڑا ہو جاتا ہے، اور چلتا ہے، اور کلام کرتا ہے، اور چیخ و پکار کرتا ہے، جب اس کے جسم کے باطن میں کسی چیز کا اثر قوی ہوتا ہے، تو اسی پر قبر

میں میت کے معاملے کو قیاس کیا جائے گا کہ اس کی روح کو بٹھایا جاتا ہے، اور سوال کیا جاتا ہے، اور راحت وعذاب دیا جاتا ہے، اور وہ چیخ وپکار کرتی ہے، اور روح، اس کے بدن کے ساتھ متصل ہوتی ہے، باوجودیکہ وہ اپنی قبر میں لیٹا ہوا ہوتا ہے، اور بعض اوقات معاملہ قوی ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کا اثر، اس کے بدن میں ظاہر ہوجاتا ہے، جس کو اس کی قبر سے باہر دیکھنے والا دیکھ لیتا ہے، اور اس پر عذاب ہورہا ہوتا ہے، اور عذاب کے فرشتے اس پر مسلط ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کا بدن حرکت کرتا ہے، اور وہ چلتا ہے، اور اپنی قبر سے نکل پڑتا ہے، اور بہت سے لوگوں نے قبروں میں عذاب دیئے جانے والے لوگوں کی آوازوں کو سنا ہے، اور قبر سے نکلتے ہوئے شخص کو دیکھا گیا ہے، جس کو عذاب دیا جارہا ہوتا ہے، اور جس کے بدن کو بٹھایا جاتا ہے، اس کو بھی دیکھا گیا ہے، جب (جسم پر روح کے اثر کا) معاملہ قوی ہوتا ہے، لیکن یہ ہر مُردہ کے حق میں ضروری نہیں، جیسا کہ سونے والے کا بیٹھنا، جس کو دیکھا جاتا ہے، لیکن وہ ہر سونے والے کے لیے لازم نہیں، بلکہ وہ معاملے کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ بہت سے ابدان کو مٹی نہیں کھاتی، جیسا کہ انبیاء کے ابدان، اور نبیوں کے علاوہ صدیقین اور اُحد اور غیر اُحد کے شہداء، اور اس سلسلے میں واقعات اور روایات تواتر سے ثابت ہیں۔

اور مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردہ کے بٹھائے جانے کا جو مطلقاً ذکر کیا ہے، وہ مُردوں کے باطن کے اعتبار سے بٹھانے کو شامل ہے، اگرچہ ظاہرِ بدن لیٹا ہوا ہو۔

اور اسی کے مثل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات میں جو نبیوں کو آسمانوں میں دیکھنے کی خبر دینا ہے، اس کا بھی معاملہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم، عیسیٰ اور یحیٰ اور یوسف اور ادریس اور ہارون اور موسیٰ اور ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام کو دیکھا، اور اس بات کی بھی خبر دی کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو ان کی قبر میں کھڑے ہوکر نماز

پڑھتے ہوئے دیکھا، اور اُن کو آسمان میں بھی دیکھا، اور یہ بات معلوم ہے کہ انبیائے کرام کے ابدان ان کی قبروں میں ہیں، سوائے عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام کے۔

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو پھر ان کو کچھ ہی دیر بعد، چھٹے آسمان میں بھی دیکھا، تو یہ چیز دنیوی جسم کو حاصل نہیں ہوتی، اور اسی طرح کا معاملہ فرشتوں کے نازل ہونے کا بھی ہے، خواہ جبریلِ امین ہوں ، یا دوسرا فرشتہ ہو(کہ وہ بھی آناً فاناً اوپر نیچے آتے جاتے ہیں)(مجموع الفتاویٰ)

مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ انسان کے فوت ہونے کے بعد، اس کی روح پر گزرنے والے احوال کا، اس کے جسم وبدن سے بھی تعلق ہوتا ہے، خواہ وہ عالمِ دنیا کے لوگوں کو اپنی ان آنکھوں سے نظر نہ آئے، اور ان کانوں سے سنائی نہ دے، جن سے عالمِ دنیا کی چیزوں کو دیکھا، اور آوازوں کو سنا جا سکتا ہے۔

(جاری ہے............)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

بنوامیہ اوراہلِ شام سے بغض

(18- جمادی الاولیٰ-1443ھ)

آج کل سوشل میڈیا پر بعض لوگ ''بنوامیہ'' اوراہلِ شام کے خلاف زبان درازی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں،اور وہ اس سلسلہ میں کسی کی تخصیص کے بغیر مطلق بنوامیہ واہلِ شام سے اس لیے بغض رکھتے ہیں کہ بنوامیہ اورشام کے بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

حالانکہ اس بنیاد پر تمام بنوامیہ اوراہلِ شام سے بغض رکھنا، دراصل روافض کا طرزِ عمل تھا، اسلام میں اس طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔

علامہ ابنِ تیمیہ(المتوفیٰ:728ھ)'' منهاجُ السنة النبوية''میں فرماتے ہیں کہ:

ومن تعصبهم وجهلهم أنهم يبغضون بنی أمية كلهم لكون بعضهم كان ممن يبغض عليا.

وقد كان فی بنی أمية قوم صالحون ماتوا قبل الفتنة، وكان بنو أمية أكثر القبائل عمالا للنبی صلى الله عليه وسلم -، فإنه لما فتح مكة استعمل عليها عتاب بن أسيد بن أبی العيص بن أمية ، واستعمل خالد بن سعيد بن العاص بن أمية، وأخويه أبان بن سعيد وسعيد بن سعيد على أعمال أخر، واستعمل أبا سفيان بن حرب بن أمية على نجران أو ابنه يزيد، ومات وهو عليها ، وصاهر (نبی الله -صلى الله عليه وسلم -) ببناته الثلاثة لبنی أمية، فزوج أكبر بناته زينب بأبی العاص بن الربيع بن أمية بن عبد شمس ، وحمد صهره لما أراد علی أن يتزوج ببنت

أبی جهل، فذكر صهرا له من بنی (أمية) بن عبد شمس فأثنی عليه فی مصاهرته، وقال " :حدثنی فصدقنی ، ووعدنی فوفی لی "وزوج ابنتيه لعثمان بن عفان، واحدة بعد واحدة، وقال " :لو كانت عندنا ثالثة لزوجناها عثمان "

وكذلک من جهلهم وتعصبهم أنهم يبغضون أهل الشام؛ لكونهم كان فيهم أولا من يبغض عليا.

ومعلوم أن مكة كان فيها كفار ومؤمنون، وكذلک المدينة كان فيها مؤمنون ومنافقون ، والشام فی هذه الأعصار لم يبق فيه من يتظاهر ببغض علی، ولكن لفرط جهلهم يسحبون ذيل البغض .

وكذلک من جهلهم أنهم يذمون من ينتفع بشیء من آثار بنی أمية، كالشرب من نهر يزيد، ويزيد لم يحفره (ولكن وسعه)وكالصلاة فی جامع بناه بنو أمية .

ومن المعلوم أن النبی -صلی الله عليه وسلم -كان يصلی إلی الكعبة التی بناها المشركون، وكان يسكن فی المساكن التی بنوها، وكان يشرب من (ماء) الآبار التی حفروها، ويلبس (من) الثياب التی نسجوها، ويعامل بالدراهم التی ضربوها .فإذا كان ينتفع بمساكنهم وملابسهم، والمياه التی أنبطوها ، والمساجد التی بنوها، فكيف بأهل القبلة؟ . !

فلو فرض أن يزيد كان كافرا وحفر نهرا، لم يكره الشرب منه بإجماع المسلمين، ولكن لفرط تعصبهم كرهوا ما يضاف إلی من يبغضونه (منهاج السنة النبوية فی نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴،ص ۱۴۴ ،الٰی ص۱۴۷ ،كلام الرافضی علی وجوب اتباع مذهب الإمامية لأنهم لم يذهبوا إلی

التعصب فی غیر الحق بخلاف غیرھم)

ترجمہ: اوران (روافض) کے تعصب اور جہالت میں سے یہ چیز بھی ہے کہ وہ تمام بنو امیہ سے بغض رکھتے ہیں، کیونکہ بنوامیہ میں سے بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

حالانکہ بنوامیہ میں نیک صالح لوگ بھی تھے، جو فتنہ سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے، اور بنو امیہ کے اکثر قبائل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاملین (وگورنرز) تھے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا، تو اس پر ''عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیۃ'' کو عامل (وگورنر) مقرر کیا، اور ''خالد بن سعید بن العاص بن امیۃ'' اور ان کے دو بھائیوں ''ابان بن سعید'' اور ''سعید بن سعید'' کو دوسرے علاقوں میں عامل مقرر کیا، اور ''ابوسفیان بن حرب بن امیۃ'' یا ان کے بیٹے ''یزید'' کو مقامِ ''نجران'' پر عامل مقرر کیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو وہ اسی علاقے پر عامل تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین بیٹیوں کا نکاح بنوامیہ سے کیا، چنانچہ اپنی سب سے بڑی بیٹی ''زینب رضی اللہ عنہا'' کا نکاح ''ابوالعاص بن ربیع بن امیۃ بن عبدِ شمس'' سے کیا، اور ان کے سسرالی رشتہ کی تعریف فرمائی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا، تو بنوامیہ بن عبدِ شمس سے سسرالی رشتہ کا ذکر کیا، اور اس رشتہ کی تعریف فرمائی، اور فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی، تو سچی بات کی، اور مجھ سے جو وعدہ کیا، تو اس کو پورا کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے کیا، اور فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی، تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔

اور اسی طریقے سے اہلِ روافض کے جہل اور تعصب میں سے یہ چیز بھی ہے کہ وہ اہلِ شام سے بغض رکھتے ہیں، کیونکہ اہلِ شام میں پہلے ایسے لوگ تھے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں کافر، اور مومن سب ہی تھے، اور اسی طرح سے مدینہ منورہ میں مومن اور منافق دونوں قسم کے لوگ تھے، اور بعد کے زمانوں میں ''شام'' کے اندر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہا تھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کا اظہار کرتا ہو، لیکن روافض اپنی شدتِ جہالت کی وجہ سے بغض کے دامن کو گھسیٹتے ہیں۔

اور اسی طرح ان روافض کی جہالت میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس شخص کو مذموم اور برا سمجھتے ہیں، جو بنوامیہ کے آثار و باقیات میں سے کسی چیز کے ذریعے انتفاع کرتا ہے، جیسا کہ ''یزید'' کی نہر سے پانی پینا، حالانکہ یزید نے اس نہر کو نہیں کھدوایا تھا، بلکہ اس نے تو اس نہر کی صرف توسیع کی تھی، اور جیسا کہ روافض، بنوامیۃ کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے کو مذموم اور برا سمجھتے ہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کعبہ کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے، جس کی تعمیر مشرکین نے کی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن مکانوں میں سکونت اختیار کیا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے تعمیر کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن چشموں اور تالابوں کا پانی پیا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے کھودا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کپڑوں کو پہنا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے بُنا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دراہم (اور سکّوں) کے ساتھ معاملات کیا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے تیار کیا تھا، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے مکانوں اور لباسوں اور اُن کے تیار شدہ چشموں و تالابوں، اور ان کی تعمیر کردہ مسجدوں سے انتفاع حاصل کیا کرتے تھے، تو اہلِ قبلہ (اور مسلمانوں) کی اشیاء سے کیونکر انتفاع جائز نہ ہوگا؟

پس اگر یہ بات فرض کرلی جائے کہ یزید کافر تھا، تو بھی اس نہر سے پینا، مسلمانوں کے اجماع کی رُو سے مکروہ نہیں ہوگا، لیکن روافض کے شدتِ تعصب کی وجہ سے، وہ لوگ اُن چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں، جن کی نسبت اُن لوگوں کی طرف ہو، جن سے یہ بغض

رکھتے ہیں(جیسا کہ حضرت معاویہ، یزیداوراہلِ شام وبنوامیہ)(منہاج السنۃ)

علامہ ابنِ تیمیہ مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پرفرماتے ہیں کہ:

والخلفاء الثلاثة فتحوا الأمصار، وأظهروا الدين فى مشارق الأرض ومغاربها، ولم يكن معهم رافضي.

بل بنو أمية بعدهم، مع انحراف كثير منهم عن علي وسب بعضهم له، غلبوا على مدائن الإسلام كلها، من مشرق الأرض إلى مغربها، وكان الإسلام فى زمنهم أعز منه فيما بعد ذلك بكثير، ولم ينتظم بعد انقراض دولتهم العامة لما جاء تهم الدولة العباسية، صار إلى الغرب عبد الرحمن بن هشام الداخل إلى المغرب، الذى يسمى صقر قريش، واستولى هو -ومن بعده -على بلاد الغرب، وأظهروا الإسلام فيها وأقاموه وقمعوا من يليهم من الكفار، وكانت لهم من السياسة فى الدين والدنيا ما هو معروف عند الناس (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج٦، ص ٤٢٠، الفصل الثالث)

ترجمہ: اورخلفائے ثلاثہ نے مختلف شہروں کو فتح کیا، اوردین کوزمین کے مشرق اور مغرب تک غالب کردیا،لیکن ان کے ساتھ کوئی رافضی نہیں تھا۔

بلکہ خلفائے ثلاثہ کے بعد بنوامیہ نے’’باوجودیکہ اُن میں سے بہت سے لوگوں نے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کرلیا تھا،اوربعض تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کوسب وشتم بھی کرتے تھے‘‘بنوامیہ نے تمام اسلام کے شہروں پر، زمین کے مشرق سے مغرب تک،غلبہ حاصل کرلیا تھا،اوران کے زمانہ میں اسلام مابعد کے زمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ عزت وشرافت والا شمار ہوتا تھا،اوربنوامیہ کی عام حکومت ختم ہونے کے بعد وہ نظم وضبط قائم نہیں رہ سکا، جب’’دولتِ عباسیہ‘‘ کا زمانہ آیا،تو’’عبدالرحمٰن بن ہشام الداخل‘‘مغرب کے علاقہ کی طرف چلے گئے،اس مغرب کو’صقرِ قریش‘‘کے نام سے

موسوم کیا جاتا تھا، اور وہ اور ان کے بعد کے حضرات ''مغرب'' کے شہروں پر غالب رہے، اور ان میں اسلام کو غالب اور قائم کیا، اور اپنے قریب کے کفار کا قلع قمع کیا، اور بنوامیہ کی دین اور دنیا میں سیاست، لوگوں کے نزدیک معروف ومشہور تھی (منہاج السنۃ)

مقالات و مضامین

مولانا شعیب احمد

خوش مزاجی... اسلامی تعلیمات کا حصہ

ہمارے معاشرے میں ایک عمومی تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ خوش مزاجی اور خوش طبعی کی بجائے ہر وقت سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے رکھنا ہی مذہبِ اسلام کی تعلیم ہے۔اس سوچ کی ایک وجہ شاید یہ ہو کہ بعض مذہبی لوگ عموماً بہت ہی سنجیدہ رہا کرتے ہیں۔جس سے عوام میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خوش مزاجی ،خندہ روئی اور خوش طبعی شاید اسلام کی روح کے منافی ہے۔

لیکن حقیقت اس کے برخلاف یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مبارک ہمیں خوش مزاجی اور خوش طبعی کا درس دیتا ہے۔چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول مبارک مجالس ومحافل میں عام طور پر ہشاش بشاش ،خندہ رو اور ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ رونق افروز ہونے کا تھا۔البتہ تنہائی میں خدا کے سامنے رونے کا بھی معمول تھا،تاہم لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے طبیعت پر عموماً خوش مزاجی غالب رہا کرتی تھی۔

جس پر کئی احادیث وروایات دلالت کرتی ہیں۔چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ کی صحابہ کے ساتھ ایک بے تکلف مجلس کا حال یوں ذکر فرماتے ہیں کہ:

كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتْ قَامَ وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ، فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " (صحيح مسلم ، رقم الحديث : ۲۳۲۲ ، كتاب الفضائل ، باب تبسمه صلى الله عليه وسلم)

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ نمازِ فجر پڑھتے تو طلوعِ آفتاب تک وہاں سے اٹھتے نہ تھے۔پس جب سورج طلوع ہوجاتا تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور صحابہ اس وقت باتیں کررہے ہوتے تھے۔پس وہ جاہلیت کے زمانہ کی باتیں بھی کرتے تھے اور ہنسا بھی کرتے تھے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہتے‘‘ (مسلم)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پر خشکی کا غلبہ نہیں ہوتا تھا۔ نہ ہی ہر وقت ترغیب وترہیب کے موضوع پر بات ہوتی تھی اور نہ ہی ہر وقت آخرت اور قبر کا ذکر رہتا تھا۔ بلکہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ ہنسی مزاح میں بھی شریک ہو جایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے چھوٹے بھائی کے پاس ''نغیر'' نامی ایک پرندہ تھا، جس سے وہ کھیلتا تھا، جب وہ پرندہ مرگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مزاحاً پوچھا کرتے تھے کہ:

''يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ نُغَرٌ كَانَ يَلْعَبُ بِهِ'' (صحيح البخارى، رقم الحديث: ٦٢٠٣، كتاب الأدب، باب الكنية للصبى)

''اے ابوعمیر! ''نغیر'' کا حال کیسا ہے؟'' (بخاری)

ایک صحابی حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ'' (سنن الترمذى، رقم الحديث: ٣٨٢١، أبواب المناقب، باب مناقب جرير بن عبد الله البجلى)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی میری جانب دیکھا تو مسکرا کر دیکھا'' (ترمذی)

ایک اور صحابی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' (سنن الترمذى، رقم الحديث: ٣٦٤١، أبواب المناقب، باب فى بشاشة النبى ﷺ)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا'' (ترمذی)

ان روایات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی، خوش مزاجی اور خندہ روئی کا علم ہوتا ہے۔ نیز اس اسوہ سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تواضع کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ آپ چھوٹوں کے ساتھ ہنسی مزاح فرماتے تھے، ان کے ساتھ ہنستے مسکراتے تھے اور اس کو اپنی شان کے خلاف نہ سمجھتے تھے۔

حالانکہ جو افراد قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں آپ ان کی زندگیوں کا مطالعہ کر کے دیکھیے، ان کی اکثریت آپ کو گہری سنجیدگی میں ڈوبی ہوئی ملے گی۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کو جتنی بڑی اور بھاری ذمہ داری ادا کرنی تھی اور پھر آپ کے ارد گرد جو حالات تھے کہ کہیں پر مشرکین کی دشمنی کا سامنا ہے، کہیں منافقین کی فتنہ انگیزی کا خطرہ ہے اور کہیں یہودیوں کی سازشوں سے پالا ہے، ان حالات کا تقاضا تو یہ ہوتا کہ آپ حزن وملال کی کیفیت میں مبتلا رہتے اور گہری سنجیدگی اختیار کیے رکھتے۔ لیکن ایسے سخت حالات میں بھی آپ نے خوش طبعی اور خوش مزاجی کا رویہ نہ چھوڑا اور امت کو یہ درس دیا کہ خوش مزاجی اسلام کی تعلیمات کا ہی ایک حصہ ہے۔

پھر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے فعل مبارک کے علاوہ اپنے قول سے بھی اسی کی تعلیم امت کو دی ہے۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقات کے وقت خوش مزاجی اور خندہ روئی اختیار کرنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانِ نبوی منقول ہے کہ:

"تَبَسُّمُکَ فِي وَجْهِ أَخِيکَ لَکَ صَدَقَةٌ" (سنن الترمذی ، رقم الحدیث : ١٩٥٦ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء فی صنائع المعروف)

"اپنے بھائی کے سامنے تمہارا مسکرانا بھی صدقہ ہے" (ترمذی)

اسی طرح ایک حدیث میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاکَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ"

(صحیح مسلم ، رقم الحدیث : ٢٦٢٦ ، کتاب البر والصلة ، باب استحباب طلاقة الوجه)

"کسی بھی نیکی کو ہرگز بھی حقیر مت خیال کرو، چاہے اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو" (مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکراہٹ بھی صدقہ ہے اور کسی کو مسکرا کر مل لینا بھی ایک نیکی ہے۔ چہرہ پر ہر وقت تیوری چڑھائے رکھنا کہ بیوی بچے بھی گھر کے سربراہ سے سہمے رہیں، ہر وقت جلال میں رہنا کہ اپنے ماتحت بات کرنے سے بھی خوف محسوس کریں، منہ بسورنے کو عادت بنالینا اور ہر موقع پر سرد مہری کا رویہ اپنائے رکھنا اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام تو خوش مزاجی اور خندہ روئی کا درس دیتا ہے۔ دنیا کا دستور بھی یہی ہے کہ منہ بسورنے والے شخص کو عموماً پسند نہیں کیا جاتا اور اس کے مقابلہ میں ایک خوش مزاج اور خندہ رُو شخص کو ہر کوئی پسند کرتا ہے۔

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ محرم: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ محرم ۹۵۷ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن عمر مذوخی بقاعی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲،ص ۵۶)

□......ماہِ محرم ۹۵۷ھ: میں حضرت جامع الجوزة کے امام شیخ اسماعیل العابد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲،ص ۱۲۵)

□......ماہِ محرم ۹۶۰ھ: میں حضرت شیخ زین الدین رجب بن علی بن الحاج احمد بن محمود یعفوری حموی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲،ص ۱۴۳)

□......ماہِ محرم ۹۶۳ھ: میں حضرت قاضی القضاة شمس الدین محمد بن عبدالاول حسینی تبریزی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲،ص ۳۹)

□......ماہِ محرم ۹۶۹ھ: میں حضرت شیخ عبداللہ بن عثمان بن عطاء اللہ المودودی امروہوی سنبھلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴،ص ۳۷۶)

□......ماہِ محرم ۹۷۴ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن صلاح الدین باعونی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳،ص ۱۰۷)

□......ماہِ محرم ۹۷۶ھ: میں حضرت شیخ صوفی موسیٰ بن کناوی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳،ص ۱۹۴)

□......ماہِ محرم ۹۷۸ھ: میں حضرت اسعد بن سعد الدین محمد بن حسن حافظ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(الطبقات السنية فی تراجم الحنفية لتقی الدین الغزی، ص ۱۷۰)

□......ماہِ محرم ۹۸۳ھ: میں حضرت شیخ مولانا حمید الدین سنبھلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴،ص ۳۳۴)

□......ماہِ محرم ۹۸۴ھ: میں حضرت شیخ ابواسحاق بن حسین قادری لاہوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴،ص ۲۹۹)

□......ماہِ محرم ۹۸۷ھ: میں حضرت محمد بن احمد بن فراج صالحی الداخل منشد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳، ص ۴۵)

□......ماہِ محرم ۹۸۸ھ: میں حضرت شیخ احمد بن ضیاء الدین حسینی مندوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص ۳۰۵)

□......ماہِ محرم ۹۹۲ھ: میں حضرت شیخ ابو محمد بن خضر بن بہاء الدین تمیمی برھان پوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص ۳۰۲)

□......ماہِ محرم ۹۹۳ھ: میں حضرت شیخ امام حسن بن محمد بن نصیر مقری صلتی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳، ص ۱۲۵)

□......ماہِ محرم ۹۹۴ھ: میں حضرت شیخ محدث رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم عمری سندھی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص ۳۳۹)

□......ماہِ محرم ۹۹۸ھ: میں حضرت جلال الدین محمد بن محمد بن علی بصروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳، ص ۲۷)

□......ماہِ محرم ۹۹۹ھ: میں حضرت شیخ احمد بن عمر شلاح مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳، ص ۱۱۰)

□......ماہِ محرم ۹۹۹ھ: میں امیر علی بن موسیٰ حرفوشی کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳، ص ۱۷۴)

عُمرہ کے فضائل واحکام

عُمرہ کی فضیلت، عمرہ کا درجہ، عمرہ کے آداب، عمرہ کا طریقہ، عمرہ کے احرام

اوراس کی پابندیوں کا حکم، طواف، سعی اور حلق وقصر کے احکام

عمرہ سے متعلق تفصیلی احکام اور حرمین شریفین، مکہ مکرمہ

ومدینہ منورہ سے متعلق پیش آنے والے مسائل واحکام

مصنف: مفتی محمد رضوان

ناشر: ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان۔ فون: 051-5507270

www.idaraghufran.org

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط14)

گزشتہ اقساط میں عہدِ رسالت، صحابۂ کرام، تابعین، اتباعِ تابعین، محدثینِ عظام، فقہائے کرام اور بزرگانِ دین کی دینی وفقہی خدمات کا ذکر تھا، اور ساتھ ہی اسلامی فقہ کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ان حضرات کی تدریسی وتالیفی خدمات کو بھی ذکر کیا گیا، اور اس سلسلہ میں ان حضرات نے اپنی کتب و تالیفات کے ذریعہ سے اپنے بعد والوں کے لیے جس طرح سے اس سلسلہ کو قائم دائم رکھا، اور جس طرح ان حضرات کے اصحاب وتلامذہ نے شہروں اور ملکوں ملکوں میں جا کر اپنے اپنے حلقۂ درس، تالیفات، اورتحریری مواد (نوٹس) کے ذریعہ اس سلسلہ کو آگے بڑھایا، یہ اپنی مثال آپ ہے۔

جس کی وجہ سے آج بھی چودہ سو سال بعد حدیث وفقہ اور دیگر علوم کا طالبِ علم ان کی کتابیں، اقوال اور تحریرات سے بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

گویا کہ یہ اپنی ان گراں قدر خدمات کے ذریعہ آج بھی ایک امت کی طرح ہمارے سامنے موجود ہوں، اور ہم ان کو یا ان کے اصحاب کو سن رہے ہوں۔ **فللّٰہ الحمد۔**

خیر ہمارا موضوع تو ''اس امت کے علماء وفقہاء اور ان کی فقہی خدمات'' تھا، چاہے وہ حنفی ہوں، مالکی ہوں، شافعی ہوں یا حنبلی، ہیں تو سب بھائی بھائی ہی، اور ایک ہی فقہ کے ناشر وترجمان رہے، اور وہ ہے ''فقہ اسلامی''۔ [1]

---

[1] بلکہ استاد وشاگرد کی نسبت سے بھی ایک دوسرے سے علمی وفقہی فیض حاصل کیا۔

چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے اور اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ سے بھی علمی استفادہ حاصل کیا، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے امام شافعی کی بغداد آمد پر ان سے خوب علمی استفادہ کیا، اور اکثر وبیشتر ان کے حلقہ ودرس میں شریک رہے۔

أحمد بن الصباح، سمعت الشافعي، يقول :قيل لمالك :هل رأيت أبا حنيفة؟ قال :نعم، رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته (مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه للذهبي، ص ۳۰)

وقال أشهب: رأيت أبا حنيفة بين يدي مالك كالصبي بين يدي أبيه (تاريخ الاسلام للذهبي، ج۴، ص ۷۱۹، تحت الترجمة: مالك بن انس)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ہزار سالہ سفر!

اس سلسلہ میں ابھی تک ہم فقہائے احناف ہی کا ذکر کر پائے، اور ان حضرات سے ہمارا رابطہ اب صرف ان کے اقوال، تحریری مواد (نوٹس) اور ان کی کتابوں کے ذریعے سے ہی ہوسکتا ہے۔

اور الحمد اللہ ہمارا ان میں سے جس سے رابطہ ہوا، ان میں امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف سے اور ان کے دیگر اصحاب و تلامذہ سے ''فقہ حنفی کی امہات الکتب'' کے ذریعہ رابطہ ہوا۔

یہاں ہماری ڈائل لسٹ میں ایک اور نمبر ''فقہ حنفی کے متون'' کے نام سے تھا، اور یہ وہ حضرات تھے جو ائمہ مذاہب کے متصل یا پھر ان کے اصحاب تلامذہ میں سے تھے، پھر جب ہم نے ان سے رابطہ کیا، تو پتہ چلا کہ ان کے بھی آگے دو مزید پتے (Address) ہیں، ایک ''متقدمین کے متون'' اور دوسرے ''متاخرین کے متون''۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبو عبيد قال سمعت الشافعي يقول إني لأعرف الأستاذية على لمالک ثم لمحمد بن الحسن (اخبار ابی حنیفة و اصحابهٔ، ص ۱۲۸)

وكان الشافعي يقول: سمعت من محمد بن الحسن رحمه الله وقر بعير (جامع بيان العلم وفضله، لابی أبو عمر يوسف بن عبد الله النمرى القرطبى، ج ۱، ص ۴۱۳، تحت رقم الترجمة: ۶۰۵)

[1] ''متونِ متقدمہ'' سے مراد وہ کتابیں ہیں کہ جن کو متقدمین فقہاء نے تحریر کیا ہے، جس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

(1)...... مختصرُ الطحاوی (امام ابوجعفر الطحاوی، م 321ھ) (2)...... كتابُ الكافی (ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی، م 334 ھ) (3)...... مختصرُ الکرخی (ابو الحسن عبید اللّٰہ بن حسین الکرخی، م 340 ھ) (4)...... مختصرُ القدوری (ابوالحسین احمد بن محمد القدوری، م 428 ھ)

ثم المراد بالمتون فی قولهم: ما فی المتون مقدم، لیس جمیع المتون، بل المختصرات التی ألفها حذاق الأئمة، وكبار الفقهاء المعروفين بالعلم والزهد والفقه والثقة فی الرواية، كأبی جعفر الطحاوی والكرخی والحاكم الشهيد والقدوری، ومن فی هذه الطبقة (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ۱، ص ۴۰، مقدمة العمدة)

اور ''متونِ متاخرہ'' سے مراد وہ کتابیں ہیں کہ جن کو متاخرین فقہاء نے تحریر کیا ہے، جس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

(1)...... الوقاية (برهانُ الشريعة محمود بن احمد المحبوبی، م 673 ھ) (2)...... المختار (الاختيار لتعليل المختار، عبداللّٰہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی، م 683 ھ) (3)...... مجمع البحرين (مظفر الدين احمد بن علی رحمه اللّٰہ، م 694 ھ) المعروف بابن الساعاتی (4)...... كنزُ الدقائق (ابو البركات حافظ الدين عبدالله ابن احمد نسفی، م 710 ھ) (5)...... النقاية (مختصر الوقاية، عبید اللّٰہ بن مسعود المحبوبی الحنفی، م 747 ھ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خیر ان سے بھی ہماری الگ الگ سلام و دعا ہوگئی، تو سوچا کیوں نہ دونوں طبقات سے کسی پُر فضا مقام پر اکٹھے ہی ملاقات کی جائے، اور ایک ہی دفعہ میں (Get Together) ہو جائے۔

سو اللہ نے کیا! وہ سلسلہ بھی قائم ہوگیا، اور اس دفعہ ہم جس پبلک پلیس پر ملے، اس کا نام تھا ''متونِ معتمدہ'' یعنی فقہ حنفی کے ''متونِ معتمدہ''، دوسرے فقہاء کے نہیں، کیونکہ ابھی ہم صرف فقہائے احناف کی طرف مدعو (Invited) ہیں، ان شاءاللہ مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کی طرف بھی چکر لگائیں گے، اور وہ بھی پورے پندرہ دن کے وقفہ (Stay) کے ساتھ، تاکہ قصر و حضر کا اختلاف ہی نہ رہے۔

خیر اس مجلس کے اندر جن فقہائے احناف سے ہماری ملاقات ہوئی، اس میں متقدمین اور متاخرین دونوں ہی اپنے اپنے متون کے ساتھ تھے، مگر جن حضرات نے ہمارا ان سے رابطہ کروایا، اور یہ دعوت قائم (Arrange) کی، اب ان کا اختلاف ہوگیا کہ ان میں سے کس کو بلایا جائے، اور کس کو نہیں، کیونکہ اس مہنگائی کے دور میں سب کا آنا مشکل تھا، اور کچھ تو رہتے بھی بہت دور تھے، جن کا ان مندوبین حضرات سے رابطہ بھی کم تھا، یا پھر زمانہ کی گردش کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا چھوڑ دیا تھا، تو اس لیے انہوں نے اس ''فقہ حنفی کے متونِ معتمدہ'' نامی دعوت میں چیدہ چیدہ اور قریب کے حضرات کو ہی بلایا۔

اب اختلاف تو رحمت ہوتا ہے، خیر جو ہمارے جان پہچان کے رہ گئے، اور جن سے ہم ''متقدین کے متون'' اور ''اور متاخرین کے متون'' میں سے ہر ایک سے الگ الگ ملاقات کر آئے تھے، ان کو ہمارے ہی دوسرے رشتہ داروں نے اپنے اپنے گھر پر بلایا، اور اس طرح ہماری ان سے بھی ملاقات ہوئی، اور ان رشتہ داروں سے بھی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کأصحاب المتون المعتبرة من المتأخرين، مثل صاحب الكنز، وصاحب المختار، وصاحب الوقاية، وصاحب المجمع، وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة والروايات الضعيفة (رد المحتار، ج ١، ص ٧٧، تحت المقدمة)

[1] ملحوظ رہے کہ متاخرین علماء کے نزدیک جو متون زیادہ مشہور ہیں، اور جن پر انہوں نے زیادہ اعتماد کیا ہے، ان میں متاخرین علما کے ہی تالیف کردہ متون میں سے ''الوقایۃ، کنز الدقائق، المختار، مجمع البحرین'' ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر جب دنیا کے روابط بڑھے، اور دنیا ایک گلوبل ویلیج بن گئی، تو پتہ چلا کہ ابھی بعد یعنی ''متاخرین کے زمانہ کے'' ہمارے کچھ اور دوست احباب، استاذ وشاگرد بھی ہیں، اور اس دفعہ ان حضرات نے ہم سے خود رابطہ کیا، اور بتایا کہ ہم بھی ''متاخرین'' کے رشتہ دار، دوست واحباب، استاذ وشاگرد ہی ہیں۔ پہلے ہمارے علاقوں میں بجلی اور ٹیلیفون کی سہولت میسر نہیں تھی، اس لیے رابطہ کرنے میں دیر ہوگئی، ورنہ خط وکتابت کا سلسلہ تو ہمارا آپس میں قائم تھا ہی، پھر جب ہم نے ان ان کا نام و پتہ پوچھا، تا کہ اپنی ڈائری میں محفوظ رکھ سکیں، تو انہوں نے اپنا نام ''جامع المتون'' بتایا، کیونکہ ان بعد کے حضرات نے اپنا تعارف ہم سے ان حضرات یعنی ''متقدمین ومتاخرین'' کی کتابوں اور ان کے اقوال کے ذریعہ (Reference) سے ہی کیا تھا، وہ بھی مختصر انداز میں، وقت کی کمی اور کام کی زیادتی کی وجہ سے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور متقدمین بزرگ فقہاء کے طبقہ میں سے صرف ''المختصر القدوری'' ہی شامل ہے (بعض نے ایک دو اور کتابوں کو بھی شامل کیا ہے) یا تو اس وجہ سے کہ ان کتب میں متقدمین کے فقہاء کی کتب کے حوالہ جات، یا ان کے اقوال بکثرت موجود ہیں، یا پھر اس وجہ سے کہ ان بعد کے علماء نے ان متاخرین کے متون کا ذکر کثرت سے کیا ہے، اور دور کی چھان بین کے بجائے ان زمانۂ قریب کے متون کو ہی اپنے حوالہ جات میں لیا، اسی وجہ سے فقہ حنفی کے متونِ معتمدہ، یا پھر معتبر ترین متون میں ان مذکورہ کتب کو ہی شامل کیا گیا ہے۔

ورنہ متقدمین فقہاء کے تحریر کردہ متون کی افادیت اپنی جگہ قائم ہے کہ جن کا زمانہ صحابہ وسلف صالحین سے زیادہ متصل زمانہ ہے، چہ جائیکہ متونِ معتمدہ میں متاخرین کے متون کو ہی شامل کیا جائے، اسی وجہ سے بہت سے حنفی فقہاء نے متقدمین اور متاخرین دونوں کے متون کو الگ الگ اقسام میں ذکر کیا ہے، تا کہ فقہ کا طالبِ علم صرف ان بعد کی کتابوں تک محیط نہ رہے، بلکہ ان بزرگ واکابر علماء وفقہاء کی کتابوں کو بھی دیکھ لے کہ جن کی محنت، قربانیوں اور خدمات کی وجہ سے ہی یہ بعد کے متون وجود میں آئے۔

چنانچہ علامہ محمد عبد الحی اللکنوی (متوفی: 1304ھ) نے اپنی کتاب ''عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية'' کے مقدمہ میں متون کی ان دونوں اقسام کو بہت اچھے انداز میں اور تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ۱، ص ۴۰ و ۴۱، مقدمة العمدة)

[1] متون کی تیسری قسم ''جامع متون'' سے مراد وہ متون ہیں کہ جن میں تمام فقہی جزئیات کو یکجا کردیا گیا ہے، بعض دفعہ تو ان کتب میں دیگر فقہی مذاہب کے اقوال کو بھی جمع کیا گیا ہے، یا پھر ان متون میں فقہ حنفی کی امہاتُ الکتب، متونِ معتمدہ وغیر ہاذا لک کے مسائل کو متون کی طرز پر جمع کردیا گیا ہے، اور یہ متون ماقبل میں ذکر کردہ متقدمین اور متاخرین کے تالیف کردہ متون کے علاوہ ہیں، تاہم ان متون کو بھی متاخرین علماء ہی نے تالیف فرمایا، اور یہ متون بھی باقی متون کی طرح مشہور ومعروف اور علماء وفقہاء میں متداول ہیں، جن کے کتب میں حوالے باکثرت ملتے ہیں، اگرچہ ان کو اُس شمار میں نہیں لایا گیا کہ جن میں متونِ معتمدہ کو شمار کیا گیا، لیکن چونکہ یہ بھی ان متون کی طرح ایک ''جامع متون'' ہیں، اور متاخرین علماء کے ہی تالیف کردہ ہیں، اور فقہاء وعلماء ان سے علمی اعتناء بھی کرتے ہیں، اس لیے ان متون کو بھی فقہ حنفی میں ایک خاص مقام حاصل ہے، اور یہ متون درج ذیل ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جاتے جاتے یہ حضرات کچھ مزید دوست واحباب کا پتہ بھی دے گئے، اور کہا کہ فرصت میں ان سے بھی مل لیجیے گا، چنانچہ کافی لمبے آرام اور ریسٹ کے بعد ان کی طرف بھی گئے، خیر ان سے ہمارا رابطہ مختلف ذرائع (References & Sources) سے تھا اس لیے ان سے ہماری شناسائی نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہوئی، بعض تو ایسے بھی ملے کہ جنہوں نے فقہ حنفی کے صرف ایک باب (Chapter) یا ایک عنوان پر ہمیں خوش آمدید کہا، خیر ان سب نے اپنا نام و پتہ ''متونِ صغیرہ'' دیا۔

ہم نے سوچا ان سے ہمارا رابطہ انتہائی مختصر وقت کے لیے کیوں تھا؟ کہیں کوئی ناراضگی، یا دل میں کوئی بات نہ ہو، چلو کیوں نہ خود چل کر پوچھ لیتے ہیں، تو پتہ چلا کہ ان کے بھی اپنے اپنے حلقہ درس ہیں، طویل اور مفصل کتابوں کے مصنفین بھی ہیں، فقہ میں بڑا نام ہے جیسا کہ علامہ ابنِ ہمام (صاحبِ فتح القدیر) ابنِ کمال پاشا، علامہ کاشغری (صاحبِ منیۃ المصلی) اور حسن بن عمار الشرنبلالی (نورالایضاح والے)۔

وہ الگ بات ہے کہ ہمارا ان سے رابطہ ''متونِ صغیرہ'' والی سائڈ سے ہوا، ورنہ اگر آپ موٹروے سے جائیں، تو ان کے باغات (حلقہ درس) کھلیات (کتابیں) اور جگہ جگہ ان کے ڈیرے (علمی فیض) اور وہاں ان کے سائن بورڈ (فقہی اقوال) آپ کو نظر آئیں گے۔

یہ تو تھا لگ بھگ ایک ہزار سالہ سفر، جو متقدمین حضرات سے شروع ہوا، اور متاخرین کے زمانہ سے ہوتا ہوا، آج ہمارے زمانے کے قریب پہنچ کر ختم ہوگیا، اور اس سفر میں ہمارا جو فیول (Fuel) لگا، وہ چودہ (14) اقساط کا لگا، یعنی ایک کلومیٹر میں 14 کی ایورج رہی، اب جس کو اس پورے سفر کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(1)...... الفقهُ النافع (ناصر الدين أبی القاسم محمد بن یوسف السمرقندی، م 556 هـ) (2)...... تحفةُ الفقهاء (ابو بكر محمد بن احمد علاء الدين السمرقندی، م 575 هـ) (3)...... بدايةُ المبتدی (ابوالحسن علی بن أبی بكر المرغينانی، م 593 هـ) (4)...... عيونُ المذاهب الاربعة، الكاملی (قوام الدين الكاکی، م 749هـ) (5)...... غررُ الحكام (محمد بن فرامرز بن علی الشهير بملا خسرو، م 885 هـ) (6)...... مواهبُ الرحمن (ابراهيم طرابلسی، م 922 هـ) (7)...... مخزنُ الفقة (موسیٰ بن موسیٰ الأماسی، م 936 هـ) (8)...... ملتقی الابحر (ابراهيم بن محمد الحلبی، م 956 هـ) (9)...... تنويرُ الابصار وجامعُ البحار (محمد بن عبدالله التمرتاشی، م 1004 هـ) وغيرها ذلک.

مکمل تفصیلات جاننی ہوں، وہ ان اقساط کو پڑھ سکتا ہے، یا پھر ہم سے رابطہ کر کے، اس سفر کی مکمل داستان منگوا سکتا ہے، وہ بھی مفت۔

(5)......دورِ جدید کی فقہی کتب/انسائیکلو پیڈیا

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ ’’فقہ اسلامی‘‘ زمانہ تدوین سے لے کر زمانہ حاضر تک مختلف مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچی ہے، اور اس دوران اس پر کئی طرح کے نشیب وفراز اور انقلابات آئے، طرزِ تصنیف وطرزِ تدریس میں بھی نمایاں فرق واقع ہوا، ہر دور کے مطابق فقہ اسلامی کی تدوین وتہذیب اور اس کو منقح کیا گیا، ہر دور کے مطابق طرزِ تصنیف وتالیف، طرزِ اسلوب وتحریر، مباحث وابواب کی ترتیب، تقریر وتحریر اور مسائل میں ’’فقہ اسلامی‘‘ کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے، جدید تقاضوں کے مطابق مختلف اور مفید تبدیلیاں کی گئیں۔

فقہ اسلامی کی اس طویل ترین تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو مختلف ادوار سامنے آتے ہیں، اور ان تمام ادوار سے آگاہی فقہ اسلامی کے طالبِ علم کے انتہائی ضروری ہے، اور فقہ اسلامی کے یہ تمام ادوار اپنے زمانہ تدوین وترویج سے شروع ہو کر تقریباً ایک ہزار سال کے سفر پر محیط ہیں، اور اس ہزار سالہ سفر پر فقہ اسلامی کی تدوین وترویج پر جو مراحل آئے، وہ پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں۔

مگر ان تمام مراحل میں ’’فقہ اسلامی کا دورِ جدید‘‘ مختلف وجوہات وخصوصیات کی بناء پر سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، جس کی اپنی خصوصیات ہیں۔

دورِ جدید کی ابتداء

دورِ جدید کی ابتداء سترھویں صدی سے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ’’**الفتاویٰ الهندية**‘‘ اور ’’**مجلة الاحكام العدلية**‘‘ اور اس ان جیسی دیگر کتب سے ہوتی ہے، جن کو ’’متونِ جدیدہ‘‘ اور ’’دورِ جدید کی فقہی کتب‘‘ اور ’’فقہی انسائیکلو پیڈیاز‘‘ وغیرہ ناموں سے بھی جانا جاتا ہے، ذیل میں ان ہی میں سے چند کتب کا مختصر ذکر ان شاء اللہ آئندہ آنے والی اقساط میں کیا جائے گا۔

(جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ(قسط65) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (دوسرا حصہ)

جزیہ کی حجیت وحقانیت قرآن وحدیث کے واضح اور بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔قرآن مجید میں اور متعدد روایات میں جزیہ کا حکم بیان ہوا ہے۔بعض دانشور جزیہ کے دلائل کو توڑ مروڑ کر جزیہ کے حکم میں اینچ لڑاتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام میں جزیہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔اور اگر تھی بھی تو وہ وقتی تھی،اب اس کا حکم باقی نہیں رہا۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ(سورة التوبة رقم الآية ٢٩)

ترجمہ: وہ اہل کتاب جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ یومِ آخرت پر،اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے،اور دینِ حق کو اپنا دین مانتے ہیں،ان سے جنگ کرو،یہاں تک کہ وہ خوار ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں(ترجمہ ختم)

مذکورہ آیت میں جزیہ کی مشروعیت اور اس کے حکم کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

احادیث وروایات سے بھی جزیہ کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی آدمی کو کسی لشکر یا سریہ کا امیر بناتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خاص طور پر اللہ سے ڈرنے اور جو ان کے ساتھ ہوں ان کے ساتھ

---

[1] فالآية تدل على مشروعية أخذ الجزية من أهل الكتاب الذين وصفهم الله تعالى بالصفات المذكورة فيها .ولهذا شرع الله مجاهدة الكافرين، ومقاتلتهم حتى يرجعوا عن تلك الصفات، ويدخلوا الدين الحق، أو يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون(الموسوعة الفقهية الكويتية ج١٥ ص١٥٦ مادة: جزية)

مسلمان (مجاہدین) کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرماتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ عہد شکنی نہ کرو اور مثلہ (یعنی کسی کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو) نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔ اور جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے مقابلہ ہو جائے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی قبول کرلیں تو ان کے ساتھ جنگ سے رک جانا پھر انہیں اسلام کی دعوت دو تو اگر وہ تیری دعوت اسلام کو قبول کرلیں تو ان سے جنگ نہ کرنا پھر ان کو دعوت دینا کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے گھروں میں چلے جائیں اور ان کو خبر دیدیں کہ اگر وہ اس طرح کرلیں تو جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ اس سے انکار کردیں تو انہیں خبر دے دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مومنوں پر جاری ہوتے ہیں اور انہیں جہاد کے بغیر مال غنیمت اور مال فئے میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور اگر وہ تمہاری دعوت قبول کرلیں تو تم بھی ان سے قبول کرو اور ان سے جنگ نہ کرو۔ پھر اگر وہ اس سے منکر ہوں، تو تو ان سے جزیہ کا سوال کرو۔ پھر اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو ان سے قبول کرو، اور ان سے رک جاؤ۔ پھر بھی اگر وہ اس کے منکر ہوں، تو اللہ سے مدد مانگو، اور ان سے قتال کرو۔ اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرلو اور وہ قلعہ والے اللہ اور رسول کو کسی بات پر ضامن بنانا چاہیں تو تم ان کے لیے نہ اللہ کے ضامن اور نہ ہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ضامن بنانا بلکہ تم اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ضامن بنانا کیونکہ تمہارے لیے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے عہد سے پھر جانا اس بات سے آسان ہے۔" (مسلم) [1]

---

[1] عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ، أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللهِ، وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، ثُمَّ قَالَ: اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَمْثُلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ - أَوْ خِلَالٍ - فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض روایات میں جزیہ کا حکم نہیں آتا، بلکہ یہ مضمون آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' نہ کہہ لیں۔ تو جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس نے میرے سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیا، مگر اس کے حق کے ساتھ، اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔ [1]

تو جمہور حضرات کے نزدیک مذکورہ روایت اور حکم جزیہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ جزیہ کا حکم نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کو غیر مسلموں سے جہاد و قتال سے پہلے انہیں پہلے جزیہ کا آپشن واختیار دینے کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ گزشتہ روایت سے معلوم ہوا۔ [2]

جزیہ کا یہی حکم تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی چلتا رہا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح جاری رہا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذٰلِکَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ، يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوکَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوکَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ، وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ، فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ، وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ، وَلَكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَکَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِکَ، فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ(صحيح مسلم ج٣ص١٣٥٧ رقم الحديث ٣(١٧٣١) كتاب الجهاد والسير، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث، ووصيته إياهم بآداب الغزو وغيرها)

[1] أن أبا هريرة رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله، فمن قال: لا إله إلا الله، فقد عصم منى نفسه وماله، إلا بحقه وحسابه على الله "رواه عمر، وابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم(صحيح البخارى ج ٤ص٤٨ رقم الحديث ٢٩٤٦ كتاب الجهاد والسير، باب دعاء النبى صلى الله عليه وسلم الناس إلى الإسلام والنبوة، وأن لا يتخذ بعضهم بعضا أربابا من دون الله)

[2] فقد ذهب الجمهور إلى أنها كانت فى بداية الإسلام قبل نزول آية برائة، وسورة برائة من آخر ما نزل من القرآن، قال أبو عبيد: " وإنما توجه هذه الأحاديث على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما قال ذلک فى بدء الإسلام، وقبل أن تنزل سورة برائة، ويؤمر فيها بقبول الجزية فى قوله تعالى:} حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون {، وإنما نزل هذا فى آخر الإسلام، وفيه أحاديث، منها عن ابن عباس عن عثمان رضى الله عنهما قال: " كانت برائة من آخر ما نزل من القرآن وقال مجاهد فى آية الجزية: نزلت حين أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أصحابه بغزوة تبوک وقال: سمعت هشيما يقول: كانت تبوک آخر غزاة غزاها رسول الله صلى الله عليه وسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية ج١٥ ص١٥٧ مادة: جزية)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

بھیڑیا آ گیا!

پیارے بچو! پرانے زمانے میں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بچہ تھا۔اس کا نام الیان تھا۔وہ ایک چرواہا تھا، جو بکریوں اور بھیڑوں کا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔صبح کے وقت وہ اپنے ریوڑ کو لے کر نکلتا تھا اور شام کو واپس لوٹتا تھا۔اس زمانہ میں نہ تو موبائل ہوتے تھے، اور نہ ہی کوئی ایسا ذریعہ ہوتا تھا، جس سے کسی دوسرے سے رابطہ کیا جاسکے۔اگر باہر کوئی خطرہ ہوتا، یا کوئی جانور وغیرہ آجاتا، تو بس چیخ و پکار کرکے گاؤں کے لوگوں کو بلا لیا جاتا تھا۔

ایک دن الیان گاؤں کے آس پاس ہی اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔جانور گھاس وغیرہ چرنے میں مصروف تھے۔وہ ایک کونے میں بیٹھا بور ہو رہا تھا۔اس کے ذہن میں ایک شیطانی ترکیب آئی، اور اس نے سوچا کہ کیوں نہ گاؤں والوں کے ساتھ ایک کھیل کھیلا جائے۔یہ سوچ کر وہ زور سے چلایا:

’’بھیڑیا! بھیڑیا!‘‘

گاؤں والوں نے جیسے ہی اس کی آواز سنی، تو فوراً اپنے کام چھوڑ کر اس کی مدد کرنے کے لیے گاؤں سے باہر آگئے۔جب وہ وہاں پہنچے، تو انہوں نے الیان سے پوچھا:

’’کہاں ہے بھیڑیا؟‘‘

الیان نے زوردار آواز میں قہقہہ لگایا:

ہا، ہا، ہا! بن گئے نا تم سارے بیوقوف۔میں تو مذاق کر رہا تھا۔‘‘

کچھ دن بعد الیان نے دوبارہ اسی طرح کھیل کھیلنے کا سوچا اور دوبارہ وہ زور سے چلایا:

’’مدد کرو! مدد کرو! بھیڑیا! بھیڑیا!‘‘

گاؤں والے دوبارہ بھاگتے ہوئے آئے۔اس مرتبہ بھی وہ اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر اس کی آواز سن کر مدد کرنے کے لئے چلے آئے تھے۔گاؤں سے باہر پہاڑی پر چڑھ کر انہیں پتا چلا کہ لڑکا پھر ان سے مذاق کر رہا تھا۔اس مرتبہ بھی وہ کھیل کھیل رہا تھا۔اس مرتبہ گاؤں والوں کو بہت غصہ

آیا۔اورانہوں نے اس کواس کی حرکت پر بہت ملامت کیا۔پھر وہ سب اپنے اپنے کام کرنے کے لیےواپس چلے گئے۔

کچھ عرصہ بعد بالکل اسی جگہ الیان اپنی بکریاں چَرا رہا تھا۔بکریوں کا پورا ریوڑ مزے سے گھاس کھا رہا تھا۔الیان بھی ان کے قریب بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا بالکل اسی پہاڑی پر آگیا۔بھیڑیئے نے ایک بکری پر حملہ کیا،اور دو منٹ میں اسے چیر پھاڑ کر کھا گیا۔پھر دوسری بکری پر حملہ کیا،اور پھر تیسری پر۔یوں کرتے کرتے اس نے کئی بکریوں کو چیر پھاڑ دیا۔

الیان گاؤں کی طرف بھاگا۔بھاگتے ہوئے وہ زور زور سے چلّا کر پکار رہا تھا:

''مدد کرو!مدد کرو!بھیڑیا!کوئی تو مدد کرو!''

گاؤں والوں نے الیان کی آواز تو سنی،مگر وہ سب اس کی چیخ وپکار سن کر ہنسنے لگے۔انہوں نے سوچا یہ لڑکا پھر سے ہمارے ساتھ مذاق کر رہا ہے،اور ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔لڑکا بھاگتے بھاگتے گاؤں میں آگیا اور کہا:

''ایک بھیڑیئے نے بکریوں پر حملہ کر دیا ہے،اور ایک ایک کر کے وہ سب بکریوں کو چیر پھاڑ رہا ہے۔پہلے میں نے جھوٹ بولا تھا،مگر اس دفعہ ایسا بالکل سچ ہوا ہے۔''

بالآخر گاؤں والے دیکھنے کے لیے گئے۔یہ سچ تھا۔انہوں نے بھیڑیئے کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔اور دیکھا کہ بہت سی بکریاں مری ہوئی گھاس پر پڑی ہیں۔ان کے جسم خون سے آلودہ ہیں۔ہر طرف خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔

پیارے بچو!کسی کے ساتھ بھی اس قسم کا مذاق نہیں کرنا چاہیے،جو حقیقت میں بھی کسی کے ساتھ پیش آسکے۔کیونکہ آج آپ کسی کے ساتھ مذاق کریں گے،تو کل جب آپ کے ساتھ حقیقت میں ویسا ہو گیا،تو کوئی بھی آپ کی مدد کرنے نہیں آئے گا۔اور سارے یہی سمجھیں گے کہ آپ پہلے کی طرح ان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں اور انہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آج کل اپریل کی پہلی تاریخ کو اسی قسم کا مذاق کیا جاتا ہے،جس سے دوسرے یہی سمجھتے ہیں کہ یہ بچہ یا بندہ مذاق کرتا رہتا ہے،اور کوئی بھی آئندہ اس کی بات کو سنجیدہ اور serious نہیں لیتا۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط53) مفتی طلحہ مدثر

امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ)

معزز خواتین! عبادات میں سے اہم عبادت نماز ہے، جو اسلام کے ارکان میں سے ہے، نماز اپنی ذات میں بھی بہت خوبصورت عبادت ہے، لیکن باجماعت نماز میں جب ایک آواز کی پیروی اور اتباع میں تمام نمازی رکوع، سجدے اور قیام کرتے نظر آتے ہیں، تو یہ منظر اپنوں اور غیروں دونوں کے لیے یکساں طور پر مسحور کن ہوتا ہے، جماعت کی نماز میں کچھ کوشش، پابندی اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا ثواب اکیلے پڑھی گئی نماز کے مقابلے میں زیادہ رکھا ہے، جماعت اور امامت کے سلسلے میں خواتین کو شریعت کی طرف سے کیا اختیارات دیے گئے ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

جماعت کی نماز کا ثواب

جماعت کی نماز چونکہ ایک اجتماعی عبادت ہے، جس میں شریعت کی طرف سے بے پناہ مصلحتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً مسلمانوں کی وحدت، قوت اور اجتماعیت کا اظہار، دُنیا کے کام دھندوں سے نکال کر مسجد میں یکسو کر کے اللہ کی طرف متوجہ کرنا، مسلمانوں کو نظم وضبط اور ڈسپلن کا پابند بنانا، امیروں غریبوں، بادشاہوں، فقیروں میں مرتبہ کا فرق ختم کر کے، سب کو ایک صف میں برابر کھڑا کر دینا ،جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے، اور کچھ نہیں، اور ان کے علاوہ بھی دیگر بہت سی مصلحتیں جن کو اللہ عزوجل جانتے ہیں، اور ہماری عقل ان کو سمجھنے سے قاصر ہے، اب جو ان مصالح کو پورا کرنے کا سبب بنے گا، جماعت میں شامل ہونے کے لیے جدوجہد اور جستجو کرے گا، اور انفرادیت سے نکل کر اجتماعیت میں شریک ہوگا، تو اس کے لیے اجر وانعام بھی زیادہ ہونا چاہیے، اسی وجہ سے شریعت نے جماعت کی نماز کا ثواب تنہا نماز کے مقابلے میں زیادہ رکھا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

www.idaraghufran.org

صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءً (مسلم، رقم الحدیث ۶۴۹.۲۴۵، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا واللفظ لہ، مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۷۵۸۴)

ترجمہ: تم میں سے کسی ایک کے اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت کی نماز پچیس درجہ افضل ہے (مسلم،مسند احمد)

جبکہ بعض احادیث میں پچیس کے بجائے ستائیس درجہ اضافی ثواب کا ذکر ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً“ (صحیح مسلم، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، وبیان التشدید فی التخلف عنھا، رقم الحدیث ۶۵۰.۲۴۹، مسند احمد ۵۳۳۲)

ترجمہ: تم میں سے کسی ایک کے اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت کی نماز ستائیس درجہ افضل ہے (مسلم،مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا، کہ جماعت کی نماز کا ثواب تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ زیادہ ہے۔

جماعت کی نماز کی فضیلت میں بعض احادیث میں پچیس اور بعض میں ستائیس درجہ اضافی ثواب کا ذکر ہے، جس کے اہل علم نے مختلف معنیٰ بیان کیے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ ثواب کا یہ فرق نمازی کے خشوع، نماز پڑھنے کے مقام، اور جماعت کی کثرت وقلت اور بعض دوسرے عوامل پر منحصر ہے، نیز ستائیس درجہ والی حدیث میں پچیس درجہ کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ ستائیس درجہ کی فضیلت میں پچیس درجہ کی فضیلت بھی شامل ہے۔ واللہ اعلم۔

اس بارے میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ مردوں کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اگرچہ فقہاء کے درمیان تاکید کے درجہ میں اختلاف ہے، کہ آیا یہ تاکید فرض درجہ کی ہے، واجب درجہ کی ہے، یا اس کا درجہ سنت ہے، جس میں سب اقوال معتبر اہلِ علم سے منقول ہیں، کچھ

حضرات مردوں کے لیے جماعت کی نماز کے فرض کفایہ ہونے کے، کچھ واجب ہونے کے اور کچھ سنت ہونے کے قائل ہیں۔

یہ حکم تو مردوں کے لیے باجماعت نماز پڑھنے کا تھا، جبکہ خواتین کے لیے جماعت کی نماز کی تاکید ہے، یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، تقریباً تمام فقہاء کا اس نکتہ پر اتفاق ہے، کہ خواتین کے لیے باجماعت نماز پڑھنے کی اہمیت مردوں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ مردوں کے لیے باجماعت نماز کی تاکید سب کے نزدیک مسلّمہ ہے، جس کو چھوڑنے کی عادت بنالینا کسی کے نزدیک بھی اچھا عمل نہیں ہے، لیکن خواتین کا جماعت کی نماز چھوڑ دینا، شرعاً نہ تو کوئی گناہ ہے، اور نہ کوئی معیوب عمل ،اسی وجہ سے اکثر فقہاء کے نزدیک خواتین کے لیے جماعت کی نماز مستحب نہیں ہے، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک خواتین کے لیے بھی جماعت کی نماز مستحب ہے، لیکن اس کا درجہ مردوں کے باجماعت نماز پڑھنے جیسا نہیں ہے، بلکہ اس سے کمتر ہے۔ (جاری ہے............)

عشاءاور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کی فضیلت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ(مسلم، رقم الحديث 656)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا؛ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی،تو گویا کہ اس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا،اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی،تو گویا کہ اس نے پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا(مسلم)

مطلب یہ ہے کہ عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے والے کو ساری عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، ویسے تو رات کو سونے سے پہلے مختلف اعمال کا بھی احادیث میں ذکر ملتا ہے، اور اسی طرح نمازِ تہجد کی کی فضیلت بھی کوئی پوشیدہ چیز نہیں،لیکن اگر کوئی کم از کم عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر سوجائے، اور پھر صبح کو بیدار ہو کر فجر کی نماز باجماعت ادا کرلے،تو یہ عمل ساری رات عبادت میں گزارنے کے برابر ہے۔

اور اسی طرح رات کو سونے سے پہلے فضول ولغو چیزوں میں مشغول ہونے، گناہوں میں مبتلا ہونے سے بھی خود کو بچانا چاہیے۔

چاند کی رؤیت پراسلامی مہینے کا آغاز واختتام

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے اس چاند کو لوگوں کے لئے اوقات پہچاننے کا ذریعہ بنایا ہے، تم چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو(یعنی رمضان شروع کرو) اور چاند کو دیکھ کر ہی افطار کرو(یعنی عیدُ الفطر مناؤ) پھر اگر تم پر اَبر آلود ہو جائے، تو تم (تیس کی) تعداد پوری کرو(مسند أحمد، حدیث نمبر16294)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی مہینوں کا آغاز واختتام چاند کے نظام پر مبنی ہے۔

اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

تم رمضان کے لیے شعبان کے دِنوں کو صحیح شمار کر کے رکھو، اور تم رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھو، پس جب تم چاند دیکھ لو، تو روزہ رکھو، اور جب (اس کے بعد اگلا) چاند دیکھ لو، تو روزے رکھنے چھوڑو، اور اگر تم پر موسم اَبر آلود ہو جائے (جس کی وجہ سے چاند نہ دیکھا جا سکے) تو تم تیس دن پورے کر لو، پھر اس کے بعد روزے رکھنے چھوڑ دو(دارقطنی، حدیث نمبر2176)

مذکورہ احادیث سے چاند کی رؤیت پر اسلامی مہینہ کے آغاز اور اختتام پر واضح انداز میں روشنی پڑتی ہے، اور اس سلسلہ میں مختلف طرح کے اندازے لگانا، اختلاف پیدا کرنا، مسلمان حکومتِ کی طرف سے طے کردہ نظام کے خلاف جانا، درست عمل نہیں۔

بغض وعداوت اور کینہ ایمان ودین دونوں کو کھوکھلا کردیتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْخُلُوْا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُسْلِمُوْا، وَلَا تُسْلِمُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا، وأَفْشُوا السَّلَام تَحَابُّوْا، وإِيَّاكُمْ والْبُغْضَۃَ، فَإِنَّھَا ھِیَ الْحَالِقَۃُ لَا أَقُوْلُ لَکُمْ تَحْلِقُ الشَّعَرَ، وَلٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ.

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم جنت میں داخل نہیں ہوگے، یہاں تک کہ تم مسلمان نہ ہوجاؤ، اور تم مسلمان نہیں ہوگے، یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرو، اور تم سلام کو عام کرو، جس سے تمہارے درمیان محبت ہوگی، اور بغض سے بچو، کیونکہ یہ مونڈنے والی چیز ہے، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ یہ دین کو مونڈتی ہے (الادب المفرد للبخاری، 260)

معلوم ہوا کہ بغض دنیا اور آخرت کے اعتبار سے تباہ کُن چیز ہے، اور جس فرد یا قوم میں یہ مرض پیدا ہوجاتا ہے، اس کی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا باعث بنتا ہے، خلاصہ یہ کہ کسی مسلمان کی طرف سے دل میں کینہ اور بُغض نہیں رکھنا چاہئے اور اگر کسی سے قصور ہوگیا ہو تو اُس کا قصور معاف کردینا چاہئے اور اُس سے میل جول اور سلام وکلام شروع کردینا چاہئے، آج کل کینہ اور بُغض وعداوت عام ہے، اور رمضان المبارک کی آمد سے پہلے اس قسم کے گناہوں سے معافی تلافی کرالینی چاہئے، تاکہ رمضان المبارک کی برکات وثمرات پوری طرح حاصل ہوسکیں۔

رمضان المبارک کی نمایاں خصوصیات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَاءَ كُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ، تُفَتَّحُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُغَلَّقُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ، وَتُغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ، فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا، فَقَدْ حُرِمَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان کا بابرکت مہینہ آ چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جہنّم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور اس مہینہ میں شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے، اس مہینہ میں ایک رات (یعنی لیلۃ القدر) ایسی ہے جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس رات کی خیر (کو حاصل کرنے) سے محروم ہوگیا تو وہ پورا محروم ہے (مسند احمد، حدیث نمبر7148)

اس حدیث سے رمضان کے مہینے کی یہ خصوصیت معلوم ہوئی کہ اس مہینے میں جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کی بارش برستی ہے، اور جہنم کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے، لہٰذا اس بابرکت اور بارحمت مہینے اور اس کے ہر لمحہ کی قدر کرنی چاہئے، اور لیلۃ القدر کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم (قسط14)

علامہ عبدالحیئ لکھنوی کا حوالہ

علامہ عبدالحیئ لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1304ھ) ’’الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل‘‘ میں فرماتے ہیں:

کل احد یؤخذ من قوله ویترک الا الرسول صلی الله علیه و سلم ولیس کل قول کل معتمد بمسلم فان العصمة عن الخطأ مطلقا من خواص الانبیاء ولا توجد فی الصحابة فضلا عن الاولیاء (الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل،لأبی الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی،ص۳۷۸)

ترجمہ: ہر ایک کے قول کو لیا بھی جائے گا، اور چھوڑا بھی جائے گا، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور ہر قول کو پوری طرح معتمد تسلیم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ مطلقاً خطاء سے محفوظ ہونا، انبیائے کرام کے خواص میں سے ہے، جو صحابۂ کرام میں بھی نہیں پایا جاتا، چہ جائیکہ اولیائے کرام میں پایا جائے (الرفع والتکمیل)

علامہ عبدالحیئ لکھنوی کا دوسرا حوالہ

اور علامہ عبدالحیئ لکھنوی ’’عمدةُ الرعایة‘‘ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ:

وفی شرح الأشباہ لبیری زادہ نقلا عن شرح الهدایة لابن الشحنة: إذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث، ویکون ذلک مذهبه، ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به، فقد صح عنه؛ أی عن الإمام أبی حنیفة إذا صح الحدیث فهو مذهبی .انتهی.

وفـی تزیین العبارة لتحسین الإشارة لعلی القاری : قد أغرب الکیدانی حیث قال: والعاشر من المحرمات؛ الإشارة بالسبابة کأهل الحدیث؛ أی مثـل إشـارة جماعة یجمعهم العلم بحدیث رسول الله -صلی الله عـلیه وسلم -، وهـذا مـنـه خطأ عظیم وجرم جسیم، منشأه الجهل عن قـواعـد الأصـول ومـراتـب الـفـروع مـن النقول، ولولا حسن الظن به وتأویل کلامه بسببه لکان کفره صریحا، وارتداده صحیحا، فهل یحل لـمـؤمن أن یحرم ما ثبت من فعله -صـلی الله علیه وسلم -ما کاد أن یکون متواترا فی نقله، ویمنع جواز ما علیه عامة العلماء کابرا عن کابر. والـحـال أن إمـامنا الأعظم قال :لا یـحـل لأحـد أن یـأخذ بقولنا ما لم یـعـرف مـأخذه من الکتاب والسنة أو إجماع الأمة والقیاس الجلی فی المسألة .وقال الشافعی :إذا صح الحدیث علی خلاف قولی فاضربوا قولی علی الحائط، واعملوا بالحدیث الضابط.

إذا عـرفـت هـذا فـاعلم أنه لو لم یکن للإمام نص علی المرام لکان من الـمتـعیـن علی أتباعه من العلماء الکرام فضلا عن العوام أن یعملوا بـما صح عن رسول الله -صلی الله علیه وسلم -، وکذا لو صح عن الإمام نـفـی الإشـارة وصح إثباتها عن صاحب البشارة، فلا شک فی ترجیح الـمثبت المسند إلی رسول الله -صـلی الله علیه وسلم -، فکیف وقد طـابـق نقله الصریح مما ثبت عن رسول الله -صـلی الله علیه وسلم - بـالإسـنـاد الصحیح، فمن أنصف ولم یتعسف عرف أن هذا سبیل أهل التـدین من السلف والخلف، ومن عدل عن ذلک فهو هالک بوصف الـمـعـاند المکابر، ولو کان عند الناس من الأکابر (عـمدة الرعایة بتحشیة شرح الوقایة، ج ۱، ص ۶۴)

ترجمہ: اور ''بیری زادہ'' کی ''شرح الاشباہ ''میں ''ابنِ شحنۃ'' کی ''شرح الھدایۃ '' کے حوالے سے یہ بات مذکور ہے کہ جب حدیث صحیح ہو، اور وہ مذہب کے خلاف ہو، تو حدیث پر عمل کیا جائے گا، اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب شمار ہوگا، اور امام ابوحنیفہ کا مقلد، اس حدیث پر عمل کرنے کی بناء پر حنفی ہونے سے نہیں نکلے گا، کیونکہ امام ابوحنیفہ سے یہ بات صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حدیث صحیح ہو، تو وہی میرا مذہب ہوتا ہے، انتھیٰ۔

اور ملا علی قاری کے رسالہ ''تزیین العبارۃ لتحسین الإشارۃ''میں ہے کہ کیدانی نے انتہائی غریب بات کہی ہے، انہوں نے کہا کہ حرام چیزوں میں سے دسویں چیز ''اشارۃ بالسبابۃ '' ہے، جیسا کہ اہلُ الحدیث کا حال ہے، یعنی ''اشارۃ بالسبابۃ'' پر عمل اس جماعت نے کیا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علم کو جمع کرتی ہے، حالانکہ یہ کیدانی کی بڑی خطاء اور سنگین جرم ہے، جس کا منشاء قواعدِ اصول اور نقول کے مراتبِ فروع سے جہالت ہے، اگر ان کے ساتھ حسنِ ظن سے کام نہ لیا جائے، اور ان کے کلام کی کسی سبب سے تاویل نہ کی جائے، تو یہ صریح کفر شمار ہوگا، اور ان کو مرتد قرار دینا صحیح ہوگا، کیا کسی مومن کے لیے یہ بات حلال ہے کہ وہ ایسی چیز کو حرام قرار دے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہو، اور اس کی نقل، متواتر کے قریب ہو، اور وہ اس چیز کے جواز کو ممنوع ٹھہرائے، جس پر اکثر علماء پے درپے عمل پیرا رہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ ہمارے امام اعظم (ابوحنیفہ) نے یہ فرمایا کہ کسی کے لیے بھی یہ بات حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول کو لے، جب تک کہ وہ کتاب وسنت، یا اجماعِ امت اور اس مسئلے میں قیاسِ جلی سے مآخذ کو نہ پہچان لے، اور امام شافعی نے فرمایا کہ جب میرے قول کے خلاف کوئی صحیح حدیث ہو، تو تم میرے قول کو دیوار پر دے مارو، اور حسبِ ضابطہ حدیث پر عمل کرو۔

جب آپ یہ بات جان چکے، تو آپ کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اگر اس مدعا پر امام

ابوحنیفہ سے کوئی تصریح بھی ثابت نہ ہوتی، تو ان کی اتباع کرنے والے، عوام تو درکنار، علماء پر بھی یہ بات متعین طور پر لازم ہوجاتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث پر عمل کریں، اوراسی طرح سے اگرامام ابوحنیفہ سے اشارہ بالسبابہ کی نفی صحیح طور پر ثابت ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا اثبات صحیح طور پر ثابت ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات ثابت ہے، اس کی ترجیح میں کوئی شک نہیں، اور یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے، جبکہ پے درپے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سندوں کے ساتھ نقلِ صریح ثابت ہے، پس جو شخص انصاف سے کام لے گا، اور تعصب میں مبتلا نہیں ہوگا، تو وہ یہ بات جان لے گا کہ سلف اور خلف کے اہلِ تدین کا یہی راستہ ہے، اور جو شخص اس راستے سے ہٹے گا، تو وہ کبر اور عناد میں مبتلا ہوکر ہلاک ہونے والا ہوگا، اگرچہ وہ لوگوں کے نزدیک اکابر میں کیوں نہ شمار ہوتا ہو(عمدۃ الرعایۃ)

ہم نے بھی لوگوں کے نزدیک اکابر شمار ہونے والے ایسے حضرات کو دیکھا جو احادیث کے مقابلے میں امام کے قول اور قیاس کو ترجیح دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، اور احادیث وسنت کے حجت ہونے اور ان کے قیاس پر مقدم ہونے کی دوسروں کو رات دن تعلیم بھی دیتے ہیں۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کا تیسرا حوالہ

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ''الجامع الصغیر'' کی شرح''النافع الکبیر'' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

اقول: تفرق الناس من قديم الزمان الى هذا الاوان فى هذا الباب الى الفرقتين: فطائفة قد تعصبوا فى الحنفية تعصبا شديداً، والتزموا بما فى الفتاوىٰ التزاماً سديداً، وان وجدوا حديثاً صحيحاً او اثراً صريحاً على خلافه، وزعموا انه لو كان هذا الحديث صحيحاً لاخذ به صاحب المذهب، ولم يحكم بخلافه، وهذا جهل منهم بما روته الثقات عن ابى حنيفة من تقديم الاحاديث والآثار على اقواله الشريفة، فترك

ماخالف الحدیث الصحیح رای سدید، وھو عین تقلید الامام لاترک التقلید، وطائفة زعموا ان الامام قاس علی خلاف الاخبار، وھجر ما ورد بہ الشرع والآثار، فظنوا فی حقہ ظنوناً سیئة، واعتقدوا عقائد قبیحة، ومطالعة "المیزان" لھم نافع، ولاوھامھم دافع، فلیتخذ العاقل مسلک البین، ویھجر طریق الطائفتین (النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر"، صفحہ ۴۵، مقدمة ،الفصل الثالث، مطبوعة:ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قدیم زمانہ سے موجودہ دورتک،اس سلسلہ میں لوگوں کے دوفرقے رہے ہیں،ایک فرقہ توحنفیت میں شدیدتعصب رکھتاہے،اوروہ (حنفیہ کی کتب) فتاویٰ میں جوکچھ مذکورہے،اس کودرست سمجھتے ہوئے التزام کرتاہے،اگرچہ وہ صحیح حدیث، یا صحیح اثر اس کے خلاف پالے،اور یہ (فرقہ) گمان رکھتاہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی،تواس کوصاحبِ مذہب اختیار کرلیتے،اوراس کے خلاف حکم نہ لگاتے، حالانکہ یہ ان حضرات کی ،اس بات سے ناواقفیت پرمبنی ہے،جومعتبر حضرات نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ احادیث اورآ ثارِمبارکہ کوان کے اقوال پر مقدم رکھا جائے گا،پس صحیح حدیث کے مخالف فقہاء کےقول کوترک کردینا یہ درست رائے ہے، اور یہ دراصل امام کی تقلید ہے،ترکِ تقلیدنہیں ہے۔

اورایک طبقہ نے یہ گمان کیا کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث کے خلاف قیاس کیا،اور شریعت اورآ ثارکوچھوڑ دیا،اس لیے اس طبقہ نے امام ابوحنیفہ کےحق میں مختلف بد گمانیوں کاارتکاب کیا،اورقبیح عقائدکواختیارکیا،اور"المیزان" کامطالعہ ان کے لیے فائدہ مند ہے،اوران کے فاسدخیالات کودورکرنے والی (کتاب) ہے،پس عاقل کو چاہئے کہ وہ معتدل ومتوسط راستہ کواختیارکرے،اورمذکورہ دونوں طبقات کے راستہ کو چھوڑدے (النافع الکبیر)

مذکورہ کتاب میں ہی علامہ عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومن منحہ انی رزقت التوجہ الی فن الحدیث و فقہ الحدیث، ولا

اعتمد على مسئلة مالم يوجد اصلها من حديث او آية، وما كان خلاف الحديث الصحيح الصريح اتركه، و اظن المجتهد فيه معذوراً، بل ماجوراً، ولكني لست ممن يشوش العوام الذين هم كالانعام، بل اتكلم بالناس على قدر عقولهم.

و من منحه اني رزقت الاشتغال بالمنقول اكثر من الاشتغال بالمعقول، وما اجد في تدريس المنقول والتصنيف فيه لاسيما في الحديث و فقه الحديث من لذة و سرور لا اجد في غيره.

و من منحه انه جعلني سالكا بين الافراط والتفريط، لاتاتي مسئلة معركة الآراء بين يدى الا الهمت الطريق الوسط فيها، ولست ممن يختار طريق التقليد البحت بحيث لا يترک قول الفقهاء وان خالفته الادلة الشرعية، ولا ممن يطعن عليهم و يهجر الفقه بالكلية (النافع الكبير شرح الجامع الصغير"، صفحة ٦٥، مقدمة، خاتمة، مطبوعة:ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

ترجمہ: اور اللہ کے فضل وانعام میں سے ایک فضل وانعام مجھ پر یہ بھی ہے کہ مجھے فنِ حدیث اور فقہِ حدیث دونوں کی طرف توجہ کی توفیق دی گئی، اور میں کسی مسئلہ پر اس وقت تک اعتماد نہیں کرتا، جب تک کسی حدیث، یا آیت سے اس کی بنیاد نہیں مل جاتی، اور جو بات صحیح صریح حدیث کے مخالف ہوتی ہے، اس کو میں ترک کر دیتا ہوں، اور یہ گمان کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں مجتہد معذور ہے، بلکہ ماجور ہے، لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو ان عوام میں تشویش پیدا کرتے ہیں، جو اَنعام کی طرح ہوتے ہیں، بلکہ میں لوگوں سے ان کی سمجھ کے اعتبار سے کلام کرتا ہوں۔

اور اللہ کے فضل وانعام میں سے ایک فضل وانعام مجھ پر یہ بھی ہے کہ مجھے معقولیات میں اشتغال سے زیادہ منقولیات (یعنی قرآن وسنت اور فقہ) میں اشتغال کی توفیق عطا کی گئی، اور میں منقول کی تدریس اور تصنیف میں خاص طور سے حدیث اور فقہِ حدیث

میں جولذت اور سرور پاتا ہوں، وہ کسی اور میں نہیں پاتا۔

اور اللہ کے فضل وانعام میں سے ایک فضل وانعام مجھ پر یہ بھی ہے کہ اللہ نے مجھے افراط وتفریط کے مابین (یعنی معتدل ومتوسط طریقہ پر) چلنے والا بنادیا، جوکوئی معرکۃُ الآ راء مسئلہ بھی میرے سامنے آتا ہے، تو مجھے اس میں متوسط طریقہ کواختیار کرنے کا الہام کیا جاتا ہے، اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو محض تقلید کے طریقہ کواس طریقہ سے اختیار کرتے ہیں کہ فقہاء کے قول کوترک نہیں کرتے، اگر چہ شرعی دلائل اس کے خلاف ہوں، اور میں ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہوں، جوفقہاء پر طعن کرتے ہیں، اور فقہ کو بالکلیہ ترک کردیتے ہیں (النافع الکبیر)

بندہ بھی حضرت لکھنوی کے طریقہ ومزاج سے مناسبت رکھتا ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کا چوتھا حوالہ

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ ''الفوائدُ البهية فی تراجم الحنفية ''میں فرماتے ہیں کہ:

ویعلم ایضا ان الحنفی لوترک فی مسئلة مذهب امامه لقوة دلیل خلافه لایخرج به عن ربقة التقلید بل هو عین التقلید فی صورة ترک التقلید ، الا تری الیٰ ان عصام بن یوسف ترک مذهب ابی حنیفة فی عدم الرفع ومع ذلک هو معدود فی الحنفية ، ویؤیده ما حکاه اصحاب الفتاویٰ المعتمدة من اصحابنا من تقلید ابی یوسف یوما الشافعی فی طهارة القلتین.

والی الله المشتکیٰ من جهلة زماننا حیث یطعنون علیٰ من ترک تقلید امامه فی مسألة واحدة لقوة دلیلها ویخرجونه عن جماعة مقلدیه ولا عجب منهم فانهم من العوام وانما العجب ممن یتشبه بالعلماء ویمشی مشیهم کالانعام (الفوائد البهية فی تراجم الحنفية ، صفحة ١١٦ ، ترجمة "عصام بن یوسف" باب العین)

ترجمہ: اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی حنفی کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کو اس کے خلاف، دلیل کے قوی ہونے کی وجہ سے ترک کردے، تو اس کی وجہ سے وہ تقلید کے دائرے سے باہر نہ ہوگا، بلکہ یہ ترکِ تقلید کی شکل میں عین تقلید ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عصام بن یوسف نے رفعِ یدین کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کو چھوڑ دیا تھا، لیکن اس کے باوجود ان کو حنفیہ میں شمار کیا جاتا ہے، اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، جس کو معتمد اصحابِ فتاویٰ نے ہمارے اصحاب سے ایک دن امام ابویوسف کے امام شافعی کی ''قلتین'' کی طہارت کے مسئلہ میں تقلید کرنے کو روایت کیا ہے۔

ہم اپنے زمانہ کے جاہلوں کی اللہ کے علاوہ اور کس سے شکایت کریں کہ یہ جاہل اس شخص پر سخت تنقید کرتے ہیں، جو قوتِ دلیل کی بناء پر کسی مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب واقتداء کو ترک کردیتا ہے، اور اس کو یہ لوگ اس کے مقلد ہونے سے خارج کردیتے ہیں، اور زیادہ تعجب ان سے نہیں ہے، کیونکہ وہ عوام ہیں، اصل تعجب تو ان لوگوں سے ہے، جو علماء سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں، اور وہ علماء کے طریقہ پر چلنے والے ہیں، چوپاؤں کی طرح (الفوائد البھیۃ)

ہم بھی ان جاہلوں کی اللہ کے علاوہ کسی اور سے شکایت کرنے والا نہیں پاتے، جو اکابر شمار ہوتے ہیں، ان میں سے بہت سے خود اس طرزِ عمل میں مبتلا ہیں، اور جو نہیں ہیں، وہ یا تو ایسے حضرات کے سرپرست سمجھے جاتے ہیں، یا پھر کم از کم سکوت و مداہنت، بلکہ تملق و چاپلوسی کا شکار ہیں۔

علامہ عبدالحیئ لکھنوی کا پانچواں حوالہ

علامہ عبدالحیئ لکھنوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جوازِ تقلیدِ شخصی کا عقیدہ محققینِ حنفیہ کے موافق ہے، علامہ بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی حنفی رحمہ اللہ القوی ''شرح مسلم الثبوت'' میں لکھتے ہیں:

”لایجب الاستمرار ویصح الانتقال وھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یؤمن ویعتقد بہ“

”ہمیشہ ایک ہی شخص کا مقلد رہنا واجب نہیں ہے، بلکہ ایک مذہب کو چھوڑ کے دوسرا مذہب اختیار کرلینا جائز ہے، اور یہی درست ہے، اس پر ایمان لانا چاہیے اور اس کا اعتقاد رکھنا چاہیے“

علامہ ابنِ ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لو التزم مذھبا معینا کابی حنیفۃ والشافعی رحمھما اللہ فقیل یلزمہ وقیل لا وھو الاصح“

اگر کسی خاص مذہب کو لازم کرلیا، مثلاً ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مذہب تو بعضوں کے نزدیک اس مذہب کی تقلید واجب ہے، اور بعضوں کے نزدیک نہیں، اور یہی صحیح ہے“

اور علامہ شرنبلالی حنفی رحمہ اللہ نے ”عقد الفرید“ میں لکھا ہے:

”لیس علی الإنسان إلتزام مذھب معین“

”لازم نہیں ہے انسان پر مذہبِ معین کا التزام“

اور یہی علامہ محمد عبدالعظیم حنفی مفتیِ مکہ وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وامیر حاج سید بادشاہ وقاضی ابوعاصم رحمہم اللہ کا مختار ہے، جن کا شمار کبائرِ مشائخِ احناف میں ہے، پس جبکہ اس کا عقیدہ متقدمین ومتاخرین رحمہم اللہ کے موافق ہو اور حنفی مذہب رکھتا ہے، اور نماز میں شرائطِ ارکان اور سنن احناف کی رعایت کرتا ہے، تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بلاخلاف جائز ہے (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیی، ج۳ص۱۹۸، ۱۹۹، کتاب التقلید، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ملحوظ رہے کہ محققین کے نزدیک فروع میں مخالف امام کی اقتداء میں نماز کا جائز ہونا راجح ہے، علامہ عبدالحیئ لکھنوی سمیت ہمارا موقف بھی یہی ہے، جس کی تفصیل ”غیر حنفی کی اقتداء میں نماز کا حکم“ نامی رسالہ میں ہم نے بیان کردی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1353ھ) ''العرفُ الشذی'' میں فرماتے ہیں کہ:

فی مدخل البیہقی عن أبی حنیفة :إذا صح الحدیث فهو مذهبی، وذکر البیہقی عن ابن المبارک عن أبی حنیفة :ما جاء عن النبی - صلی الله علیه وسلم -فعلی الرأس والعین، وما جاء من الصحابة نختار منهم، وما جاء عن التابعین فهم رجال ونحن رجال، أو قال : زاحمناهم (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، ج ۱ ،ص ۱۹۵ ،باب ما جاء فی الصلاة الوسطی أنها العصر إلخ)

ترجمہ:''مدخل البیهقی ''میں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ جب حدیث صحیح ہو،تو وہی میرا مذہب ہے،اور بیہقی نے ابنِ مبارک سے،انہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات آجائے،تو وہ سر اور آنکھوں پر ہوگی، اور صحابۂ کرام سے جو بات آجائے،تو ہم اسے اختیار کرسکتے ہیں،اور جو بات تابعین سے آجائے ،تو وہ بھی رجال ہیں،اور ہم بھی رجال ہیں، یا یہ فرمایا کہ ہم ان سے مزاحمت کریں گے (العرف الشذی)

علامہ انور شاہ کشمیری کا دوسرا حوالہ

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ''فیضُ الباری ''میں فرماتے ہیں کہ:

قلت :إذا صح الحدیث، فلیضعه علی الرأس والعین، وإذا تعالی شیء منه عن الفهم، فلیکله إلی أصحابه، ولیس سبیله یجرح فیه (فیض الباری علی صحیح البخاری، ج٦،ص ٢٧٠،باب التواضع)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ جب حدیث صحیح ہو،تو اسے سر اور آنکھوں پر رکھنا چاہئے،اور جب اس کی کوئی بات فہم سے بالاتر ہو،تو اس کو اس کے اصحاب کے سپرد کرنا چاہئے،اور اس کا راستہ یہ نہیں ہے کہ اس میں جرح کی جائے (فیض الباری)

www.idaraghufran.org

ہم نے موجودہ دور کے کئی علماء کی تقریرات وتحریرات میں مشاہدہ کیا کہ وہ بہت سی صحیح احادیث کو اپنے مخصوص مسلک واکابر کے خلاف ہونے پر ان کو قبول کرنے کے لیے تیار وآمادہ نہیں ہوتے، اوران میں دور دراز کی تاویلات کر کے اپنے مخصوص مسلک واکابر کے موقف کواحادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں راجح ٹھہراتے ہیں، اوران میں ایسے متعدد علماء بھی شامل ہیں، جن کو بڑا شیخُ الحدیث وغیرہ نہ جانے کیا کچھ کہا جاتا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا تیسرا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک اہم واقعہ بھی آپ کے گوش گزار کروں، جواہم بھی ہے اور عبرت خیز بھی، قادیان میں ہر سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا، اور سیدی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے، ایک سال اسی جلسہ پر تشریف لائے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، ایک صبح نمازِ فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں، میں نے پوچھا حضرت کیسا مزاج ہے؟ کہاہاں! ٹھیک ہی ہے، میاں مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کردی۔

میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں، دین کی اشاعت میں گزری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں، مشاہیر ہیں، جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی، تو پھر کس کی عمر کام میں لگی؟

فرمایا: ''میں تمہیں صحیح کہتا ہوں، عمر ضائع کردی''

میں نے عرض کیا: ''حضرت بات کیا ہے؟''

فرمایا: ''ہماری عمر، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کردیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل کے دلائل تلاش

کریں، اور دوسرے ائمہ کے مسائل پر آپ کے مسلک کی ترجیح ثابت کریں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا"۔

اب غور کرتا ہوں، تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟............

اجتہادی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہوسکتا، دنیا میں بھی ہم تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے اور وہ بھی صحیح، یا یہ کہ یہ صحیح ہے، لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطا ہو، اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو، دنیا میں تو یہ ہے ہی، قبر میں بھی منکر نکیر نہیں پوچھیں گے کہ رفعِ یدین حق تھا، یا ترکِ رفع یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق تھی، یا بالسر حق تھی؟ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے الفاظ یہ تھے:

"اللہ تعالیٰ شافعی کو رسوا کرے گا، نہ ابوحنیفہ کو، نہ مالک، نہ امام احمد بن حنبل کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے علم کا انعام دیا ہے، جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے، جنہوں نے نورِ ہدایت چار سو پھیلایا ہے، جن کی زندگیاں سنت کا نور پھیلانے میں گزریں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوا نہیں کرے گا کہ وہاں میدانِ محشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابوحنیفہ نے صحیح کہا تھا، یا شافعی نے غلط کہا تھا، یا اس کے برعکس، یہ نہیں ہوگا"۔

تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے، نہ برزخ میں، نہ محشر میں، اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی، اپنی قوت صرف کردی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی، مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے، اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیائے کرام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج یہ دعوت تو نہیں دی جارہی، یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہورہی ہیں،

اوراپنے واغیاران کے چہرے کومسخ کررہے ہیں،اوروہ منکرات جن کومٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا، وہ پھیل رہے ہیں، اور گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک وبت پرستی چل رہی ہے، حرام وحلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہوتے ہیں ان فروعی بحثوں میں۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کررہا ہوں کہ عمر ضائع کردی (جواہر الفقہ، جلد اول، ص۴۰۲ تا ۴۰۴، ملخصاً، مضمون ''وحدتِ امت'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

علامہ کشمیری نے زندگی بھر درس وتدریس کے بعد جو فیصلہ فرمایا تھا، ان کی طرف نسبت کرنے، اور ان کی شان میں رطبُ اللسان رہنے والے بہت سے حضرات کا طرزِ عمل بھی وہی ہے، جس کی علامہ کشمیری نے شکایت اوراس پرحسرت کا اظہار فرمایا ہے۔

لیکن افسوس کہ یہ حضرات افسوس وحسرت کیے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔(جاری ہے......)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

قاضی امام ابو یوسف اور ''بشر مریسی''

اس میں شک نہیں کہ مختلف مسالکِ حقہ کی طرف بعض ایسے لوگ بھی اپنی نسبت کرتے رہے کہ جو حقیقی معنیٰ میں ان مسالک سے وابستہ نہ تھے، جس کی وجہ سے ان کے باطل وفاسد افکار وخیالات بعد کے مسالکِ حقہ سے وابستہ بعض حضرات کے لیے التباس واشتباہ، یا غلط فہمی کا باعث بنے۔

اسی قسم کے لوگوں میں سے ایک شخص ''بشر بن غیاث مریسی'' ہے، جو صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق تاویلات اختیار کر کے ''تعطل'' کا عقیدہ رکھتا تھا، اور جہمی تھا، اور اپنی نسبت امام یوسف اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ وغیرہ کی طرف کیا کرتا تھا۔

عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل (المتوفیٰ:290ھ) نے ''کتابُ السنۃ'' میں روایت کیا ہے کہ:

أُخبِرتُ عَنْ بِشرِ بنِ الْوَلِيدِ، قَالَ: كُنتُ جَالِسًا عِندَ أَبِي يُوسُفَ الْقَاضِي فَدَخَلَ عَلَيهِ بِشرٌ الْمَرِيسِيُّ فَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: حَدَّثَنَا إِسمَاعِيلُ عَنْ قَيسٍ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيثَ الرُّؤيَةِ ثُمَّ قَالَ أَبُو يُوسُفَ إِنِّي وَاللَّهِ أُؤمِنُ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَأَصحَابُكَ يَكفُرُونَ بِهِ (السنة لعبدالله بن احمد، رقم الرواية: ٢٠٢)

ترجمہ: مجھے بشر بن ولید کی سند سے یہ خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں قاضی امام ابو یوسف کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ کے پاس بشر مریسی آیا، تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کیا اسماعیل نے قیس کے حوالہ سے، انہوں نے جریر سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی، امام بو یوسف نے آخرت میں رؤیتِ باری تعالیٰ کی حدیث ذکر کی، پھر امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم اس حدیث پر ایمان رکھتا ہوں، اور (اے بشر مریسی) تیرے شاگرد اس کا انکار کرتے ہیں (السنۃ)

امام ابو یوسف کے اس واقعہ کو خطیب بغدادی نے بھی ''تاریخ بغداد'' میں روایت کیا ہے۔ [1]

''بشر بن غیاث مریسی'' فلسفی تھا، جس نے امام ابو حنیفہ کی مجلس کو پایا، اور امام ابو یوسف سے فقہ کو حاصل کیا، امام ابو یوسف نے اس کی مذمت بیان کی ہے۔

محدثین و محققین نے ''بشر بن غیاث مریسی'' کو عقائد میں جہمیہ کا سردار قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام للذهبی، ج۵، ص۲۸۳، الطبقة الثانیة والعشرون، حرف الباء، سیر أعلام النبلاء للذهبی، ج۱۰، ص۲۰۰، میزان الاعتدال للذهبی، ج۱، ص۳۲۲، الطبقات السنیة فی تراجم الحنفیة، ص۱۸۸، دیوان الإسلام، ج۴، ص۲۰۱)

اللہ تعالیٰ کی آخرت میں رؤیت کا ذکر صحیح احادیث میں ہے، جس پر اہلُ السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ [2]

جبکہ جہمیہ اس کے منکر ہیں۔

امام ذہبی نے سفیان بن عیینہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ''بشر مریسی'' آخرت میں ''رؤیتِ باری تعالیٰ'' کا منکر تھا۔ [3]

امام بخاری کے زمانے کے مشہور امام ابو سعید عثمان بن سعید دارمی سجستانی (المتوفیٰ: 280ھ) نے ''النقض علی المریسی الجهمی'' کے نام سے ''بشر مریسی'' کی تردید میں تحریر کردہ کتاب میں ''بشر مریسی'' کے اس موقف کا مدلل انداز میں تعاقب فرمایا ہے۔

(ملاحظہ ہو: النقض علی المریسی الجهمی، ص۱۳۲)

---

[1] أخبرنا محمد بن أحمد بن حنبل قال: أخبرت عن بشر بن الولید قال: کنت جالسا عند أبی یوسف القاضی، فدخل علیه بشر المریسی، فقال له أبو یوسف: حدثنا إسماعیل عن قیس عن جریر عن النبی صلی الله علیه وسلم، فذکر حدیث الرؤیة ثم قال أبو یوسف: إنی والله مؤمن بهذا الحدیث، وأصحابک ینکرونه، وکأنی بک قد شغلت علی الناس خشبة باب الجسر فاحذر (تاریخ بغداد، ج: ۷ ص: ۶۹، تحت الترجمة: بشر بن غیاث بن أبی کریمة، أبو عبد الرحمن المریسی، مولی زید ابن الخطاب)

[2] حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی، عَنْ إِسْمَاعِیلَ، حَدَّثَنَا قَیْسٌ، قَالَ لِی جَرِیرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَی الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: أَمَا إِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ هَذَا، لاَ تُضَامُّونَ - أَوْ لاَ تُضَاهُونَ - فِی رُؤْیَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوا عَلَی صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا، فَافْعَلُوا ثُمَّ قَالَ: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۷۳)

[3] الطبرانی: حدثنا بشر بن موسی، حدثنا الحمیدی، قیل لسفیان بن عیینة: إن بشرا المریسی یقول: إن الله لا یری یوم القیامة (سیر أعلام النبلاء، ج۸، ص۴۶۸)

www.idaraghufran.org

بشر مریسی نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ ''یـدُ الـلّٰــہ'' کی تاویل ''نعمت وقدرت'' وغیرہ کے ساتھ کی تھی، ابوسعید دارمی نے ''الـنـقـض عـلـى المريسى'' میں اس کا بھی تعاقب کیا، اور قرآن وسنت کی متعدد نصوص پیش کر کے بشر مریسی پر حجت قائم کی۔ [1]

---

[1] وقـد ادعـى الـمريسى أيضا وأصحابه أن يد الله نعمته، قلت لبعضهم إذا يستحيل فى دعواكم أن يقال : خلق الله آدم بنعمته ،

أم قوله :"بـل يـداه مبسـوطتـان" أنعمتان من أنعمه قط مبسوطتان؟ فإن أنعمه أكثر من أن تحصى، أفلم يبسط مـنها على عباده إلا ثنتين وقبض عنهم ما سواهما فى -دعواكم-؟ فـحين رأينا كثرة نعم الله المبسوطات على عباده ثم قال :"بـل يـداه مبسـوطتان" علمنا أنهما بخلاف ما ادعيتم، ووجدنا أهل العلم ممن مضى يتأولونها خلاف ما تأولتم، ومحجتهم أرضى، وقولهم أشفى.

حدثنا نعيم بن حماد، ثنا الفضل بن موسى، عن حسين بن واقد، عن يزيد النحوى، عن عكرمة قال :قوله "بل يداه مبسوطتان" قال :يعنى اليدين .

حـدثـنـا سـعيـد بن أبى مريم، عن نافع بن عمر الجمحى قال :سـألـت ابـن أبى مليكة، عن يد الله، أواحدة أو اثنتان؟ قال :بل اثنتان .

وحـدثـنا هدبة بن خالد، ثنا سلام بن مسكين، عن عاصم الجحدرى فى قول الله تعالى :"ما منعک أن تسجد لما خلقت بيدى" قال :بيديه .

فمن يلتفت بعد هذا إلى تأويل هذا المريسى، ويدع تأويل هؤلاء الأئمة؟

أرأيتم إذا تأولتم أن يد الله نعمته، أفيحسن أن تقولوا فى قول رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-يطوى الله السماوات بيمينه يوم القيامة .أنه يطويها بنعمته؟!

أم قوله :المقسطون على منابر عن يمين الرحمن وكلتا نعمتى الرحمن نعمة واحدة؟!

هذا أقبح محال وأسمج ضلال وهو مع ذلک ضحكة وسخرية ما سبقكم إلى مثلها أعجمى أو عربى.

أم قول رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-إن الصدقة تقع فى يدى الله قبل يدى السائل .أنها تقع فى نعمتى الله؟!

أم قول أبى بكر الصديق -رضى الله عنه :-خـلق الله الخلق فكانوا فى قبضته أى :نعمته !قال لمن فى نعمته اليمنى :ادخلوا الجنة وقال لمن فى نعمته الأخرى :ادخلوا النار؟!

أم قول ابن عمر :خـلـق الله أربعة أشياء بيده، ثم قال لسائر الأشياء :كن فكان .أفيـجوز أن تقولوا خلق الله أربعة أشياء بنعمته ورزقه، ثم قال لسائر الخلق :كونوا بلا نعمة ولا رزق، فكانوا؟!

قد علمت أيها المريسى أن هذه تفاسير مقلوبة، خارجة من كل معقول لا يقبله إلا كل جهول.

فـإذا ادعيت أن اليد عرفت فى كلام العرب أنها نعمة، وقوة، قلنا لک :أجل، ولسنا بتفسيرها منک أجهل، غير أن تفسير ذلک يستبين فى سياقة كلام المتكلم حتى لا يحتاج له من مثلک إلى تفسير، إذا قال الرجل: لـفـلان عـنـدى يـد أكـافئه عليها، علم كل عالم بالكلام أن يد فلان ليست ببائنة منه، موضوعة عند المتكلم، وإنما يراد بها النعمة التى يشكر عليها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بشر مریسی، باوجودیکہ امام ابویوسف (المتوفٰی:182ھ) کا شاگرد تھا، لیکن اس کا نظریہ جہمیہ والا تھا، جس سے امام ابویوسف نے برائت کا اظہار فرمایا۔

ابوالقاسم اللالکائی (المتوفٰی:418ھ) نے ''شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة'' میں اپنی سند کے ساتھ غالب ترمذی سے روایت کیا ہے کہ:

سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ، غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ وَلَا أُحْصِي كَمْ , سَمِعْتُهُ يَقُولُ لِبِشْرٍ الْمَرِيسِيِّ: وَيْحَكَ , دَعْ هَذَا الْكَلَامَ فَكَأَنِّي بِكَ مَقْطُوعُ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ مَصْلُوبًا عَلَى هَذَا الْجِسْرِ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، رقم الرواية: ۲۴۲)

ترجمہ: میں نے امام ابویوسف سے ایک اور دومرتبہ نہیں، بلکہ اتنی مرتبہ کہ میں شمار نہیں کرسکتا، بشر مریسی کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تیرا ناس ہو، تو اس ''علمِ کلام'' کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكذلك إذ قال :فلان لي يد وعضد وناصر، علمنا أن فلانا لا يمكنه أن يكون نفس يده -عضوه-، ولا عضده، فإنما عنى به النصرة والمعونة والتقوية.

فإذا قال :ضربني فلان بيده، وأعطاني الشيء بيده، وكتب لي بيده استحال أن يقال :ضربني بنعمته، وعلم كل عالم بالكلام أنها اليد التي بها يضرب وبها يكتب وبها يعطي، لا النعمة.

كما قال الله تعالى (أولي الأيدي والأبصار،أي :أولي البصر والعقول بدين الله؛ لأن كل الناس أولي أيدي وأبصار فلما خص هؤلاء الأنبياء بها؛ علم كل عالم أنها ليست بالأيدي التي يضرب بها ويكتب؛ لما أن الناس كلهم أولو أيدي وأبصار، التي هي الجوارح.

ولا يجوز لك أيها المريسي أن تنفي اليد التي هي اليد لما أنه وجد في فرط كلام العرب أن اليد قد تكون نعمة وقوة، ولكن هذا في سياق الكلام معقول وذلك في سياق الكلام معقول، فلما قال الله -عز وجل :-"خلقت بيدي"استحال فيهما كل معنى إلا اليدين .كما قال العلماء الذين حكينا عنهم.

فليس من ذكر هذه الأيدي شيء إلا والشاهد بتفسيرها ينطق في نفس كلام المتكلم، فإن صرفت منه معنى مفهوما إلى غير مفهوم، استحال وإن صرفت عاما إلى خاص استحال، وإن صرفت خاصا منه إلى عام استحال أو بطل معناه.

وأظن أنه ليس بك من الجهل بمعاني الكلام كل ما لا يعقل ما قلنا، ولكنك فيه كالغرق تتعلق بكل عود، وقد قلنا :يكفينا في مس الله آدم بيده بأقل مما ذكرنا، ولو لم يكن إلا أنا لا نسمع في شيء من كتاب ولا على لسان أحد من عباد الله أن الله خلق نوحا بيده، وهودا، أو صالحا، أو إبراهيم، أو إسماعيل، وإسحاق، وموسى، وعيسى، ومحمدا صلوات الله عليهم لكان كافيا(النقض عَلَى المَرِيُسِيِّ الُجَهُمِي،ص ۱۰۰،الٰی ص ۱۰۳،باب الحد والعرش)

www.idaraghufran.org

چھوڑ دے، ورنہ میں گویا کہ تجھے اس پُل پر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ کر سولی دے دوں گا(شرح اصول اعتقاد اھل السنة)

اورابو القاسم اللالکائی نے ہی ''شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة'' میں اپنی سند کے محمد بن عمر بن کمیت سے روایت کیا ہے کہ:

سَمِعْتُ وَكِيعًا، يَقُولُ: " وَصَفَ دَاوُدُ الْجَوَارِبِيُّ , يَعْنِي الرَّبَّ عَزَّ وَجَلَّ , فَكَفَرَ فِي صِفَتِهِ , فَرَدَّ عَلَيْهِ الْمَرِيسِيُّ فَكَفَرَ الْمَرِيسِيُّ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِ ، إِذْ قَالَ: هُوَ فِي كُلِّ شَيْءٍ (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، رقم الرواية: ٩٣٥)

ترجمہ: میں نے حضرت وکیع کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ داؤد جورابی نے اللہ عز وجل کا وصف بیان کیا، اوراس نے اللہ کی صفت کے بارے میں کفر کیا، جس پر بشر مریسی نے رَد کیا، تو مریسی اس پر رَد کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا، کیونکہ مریسی نے یہ کہا کہ اللہ ہر شئ (وہر مقام) میں ہے (یعنی اس نے اللہ کے عرش کے اوپر ہونے کی صفت کا انکار کیا، اور ہر چیز میں ہونے کا دعویٰ کیا)(شرح اصول اعتقاد اھل السنة)

داؤ دجوار بی رافضی ہونے کے ساتھ ساتھ ''مجسمة'' فرقہ کا رأس تھا، یہ اللہ تعالیٰ کے لیے انسانوں کی طرح کے جسم کا قائل تھا ''اعاذنا الله منه''۔

(ملاحظہ ہو: تاریخ الاسلام للذھبی، رقم الترجمة: ۴۹۸ ،سیر اعلام النبلاء، ج۱۰، ص ۵۴۴، تحت الترجمة: ھشام بن الحکم الکوفی الرافضی)

خطیب بغدادی (المتوفیٰ:463ھ) نے ''تاریخِ بغداد'' میں ''بشر بن غیاث مریسی'' کے ترجمہ کے ذیل میں اپنی سند کے ساتھ ''بشار بن موسیٰ'' کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

سمعت أبا يوسف القاضي يقول لبشر المريسي: طلب العلم بالكلام هو الجهل، والجهل بالكلام هو العلم، وإذا صار رأسا في الكلام قيل زنديق، أو رمي بالزندقة يا بشر أنک تتكلم في القرآن، إن أقررت لله علما خصمت، وإن جحدت العلم كفرت (تاريخ بغداد للخطيب ، ج : ۷ ص

: ٦٦ ، تحت ترجمة "بشر بن غياث بن أبي كريمة، أبو عبد الرحمن المريسي، مولى زيد ابن الخطاب")

ترجمہ: میں نے قاضی ابویوسف سے سنا کہ وہ بشر مریسی سے یہ فرما رہے تھے کہ ''کلام'' کے ذریعے علم کو طلب کرنا ''جہل'' ہے، اور ''کلام'' سے جہالت ''علم'' ہے، اور جب علمِ کلام میں سردار بن جاتا ہے، تو اسے زندیق کہا جاتا ہے، یا اس پر زندیق ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے، اے بشر تو قرآن کے بارے میں کلام کرتا ہے (اور اللہ کی صفات کا انکار کرتا ہے) اگر تو اللہ کے لیے علم کا اقرار کرے گا، تو خصومت (اور جھگڑا) اختیار کرے گا، اور اگر تو اللہ کے علم کا انکار کرے گا، تو کفر اختیار کرے گا'' (تاریخِ بغداد)

سلف سے علمِ کلام پر سخت تنقید اور تردید ملتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی شان وکلام کے بارے میں جن فلسفیانہ بحثوں، بلکہ جن الفاظ وکلمات کا استعمال تک نہیں کیا گیا، اور ان بحثوں اور الفاظ سے اللہ کی ذات وصفات کا کوئی تعلق نہیں تھا، اور یہ بحثیں مخلوق اور انسانوں سے متعلق تھیں، ان کو اللہ کی ذات وصفات اور اس کی شان وکلام میں داخل کر دیا گیا، جس سے ''تشبیہ، تجسیم، تعطل'' وغیرہ کے فاسد و باطل نظریات نے جنم پکڑا، حالانکہ اللہ کی ذات ''احد، صمد ولم یكن له كفوا احد '' اور ''لیس كمثله شیٔ '' کا مصداق ہے، اس کا ان بحثوں سے کیا تعلق؟

اسی وجہ سے سلف نے اللہ اور اس کے کلام میں ''فلسفہ وکلام'' کو الحاد وزندقہ تک قرار دیا۔

ابوالفضل عبدالرحمٰن بن أحمد بن الحسن الرازی مقرئ (المتوفی:454ھ) نے ''أحادیث فی ذم الكلام وأهله '' میں سلف، اور ائمہ سے اس مضمون کی کئی روایات باسند طریقہ پر جمع کی ہیں، جن میں درج ذیل مضمون کی روایات بھی ہیں۔

''امام مالک بن انس نے فرمایا کہ اہلِ بدعت وہ ہیں، جو اللہ کے اسماء اور صفات اور اس کے کلام اور علم اور قدرت پر تکلم کرتے ہیں، اور اُن چیزوں سے سکوت اختیار نہیں کرتے، جن سے صحابہ اور تابعین نے سکوت اختیار کیا۔

امام شافعی نے فرمایا کہ ''کلام'' اہلِ کلام پر لعنت کرتا ہے۔

امام شافعی نے ایک مجلس میں چند لوگوں کو ''علمِ کلام'' کی کسی چیز کے بارے میں تکلم کرتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ یا تو تم ہمارے پاس خیر کی بات کرو، یا ہمارے پاس سے اُٹھ کر چلے جاؤ۔

امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جس نے دین کو ''کلام'' کے ذریعے طلب کیا، تو وہ زندیق ہوجائے گا، اور جس نے ''غریب حدیث'' کو طلب کیا، وہ جھوٹ میں مبتلا ہوجائے گا، اور جس نے مال کو ''کیمیا'' کے ذریعے طلب کیا، وہ مفلس ہوجائے گا۔

نوح جامع کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جنہوں نے علمِ کلام کے ذریعہ سے ''اعراض'' اور ''اجسام'' کی بحثیں شروع کردی ہیں، تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ یہ فلاسفہ کے اقوال ہیں، تم حدیث اور سلف کے طریقہ کو لازم پکڑو، اور اس طرزِ عمل اور ہر نو ایجاد چیز سے بچو، کیونکہ وہ بدعت ہے۔

محمد بن حامد سجزی سے روایت ہے کہ میں نے ابوالعباس بن سریج سے عرض کیا کہ ''توحید'' کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اہلِ علم اور جماعۃُ المسلمین کی توحید ''**اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، واشھد ان محمد رسول اللہ**'' ہے، اور مسلمانوں میں سے اہلِ باطل کی توحید ''اعراض واجسام'' میں کھود کرید کرنا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے انکار کے لیے مبعوث کیا گیا تھا۔

امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اللہ ''عمرو بن عبید'' پر لعنت فرمائے، اس نے لوگوں کے لیے ''کلام'' کے راستہ کو کھول دیا، ایسی چیزوں میں کہ جو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

اور محمد بن حسن نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ ہمیں ''علمِ فقہ'' کی ترغیب دیا کرتے تھے، اور ''کلام'' سے منع فرمایا کرتے تھے۔

شعبہ سے روایت ہے کہ سفیان ثوری ’’اھلِ اھواء‘‘ سے بغض کیا کرتے تھے، اوران کے پاس بیٹھنے سے، شدت کے ساتھ منع فرمایا کرتے تھے، اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم حدیث کولازم پکڑو، اوراپنے آپ کواللہ عزوجل کی ذات کے متعلق ’’کلام‘‘ سے بچاؤ۔

ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ دین کے اندر’’زندقہ اورکفراور جرأت‘‘صرف’’کلام‘‘اور ’’جدل‘‘ اور’’بحث ومباحثہ‘‘اور’’عُجب‘‘ کے راستے سے پیدا ہوئیں، اور آدمی ’’جھگڑے اور بحث ومباحثہ‘‘ پر کیسے جریٔ ہوتا ہے، دراں حالیکہ اللہ فرماتا ہے کہ ’’مَا يُجَادِلُ فِی آيَاتِ اللَّهِ إلا الذين كفروا ‘‘(یعنی’’نہیں جدال کرتے، اللہ کی آیات میں، مگر وہی لوگ جنہوں نے کفرکیا‘‘)‘‘۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] قَالَ :وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمُودٍ الْفَقِيهُ الْمَرْوَزِیُّ بِهَا، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَيْرٍ الرَّازِیُّ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى زَكَرِيَّا بْنُ أَيُّوبَ الْعَلَافُ التُّجِيبِیُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا أَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ :سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ :(إِيَّاكُمْ وَالْبِدَعَ) فَقِيلَ :يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَمَا الْبِدَعُ؟ قَالَ :(أَهْلُ الْبِدَعِ الَّذِينَ يَتَكَلَّمُونَ فِی أَسْمَاءِ اللَّهِ وَصِفَاتِهِ وَكَلَامِهِ وَعِلْمِهِ وَقُدْرَتِهِ، وَلَا يَسْكُتُونَ عَمَّا سَكَتَ عَنْهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ)

قَالَ :وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِیَّ، سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِی حَاتِمٍ، سَمِعْتُ الْمُزَنِیَّ، سَمِعْتُ الشَّافِعِیَّ يَقُولُ :(الْكَلَامُ يَلْعَنُ أَهْلَ الْكَلَامِ)

قَالَ :وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ دَاوُدَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِی حَاتِمٍ، قَالَ الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ :نَزَلَ الشَّافِعِیُّ مِنَ الدَّرَجِ وَقَوْمٌ فِی الْمَجْلِسِ يَتَكَلَّمُونَ فِی شَیْءٍ مِنَ الْكَلَامِ، فَصَاحَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ :(إِمَّا أَنْ تُجَاوِرُونَا بِخَيْرٍ، وَإِمَّا أَنْ تَقُومُوا عَنَّا)

قَالَ:قَالَ :وَسَمِعْتُ بِشْرَ بْنَ أَحْمَدَ بْنِ بِشْرٍ الْإِسْفَرَايِينِیَّ يَقُولُ :حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِیُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ،سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ يَقُولُ :(مَنْ طَلَبَ الدِّينَ بِالْكَلَامِ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ طَلَبَ غَرِيبَ الْحَدِيثِ كَذَبَ، وَمَنْ طَلَبَ الْمَالَ بِالْكِيمْيَاءِ أَفْلَسَ)

قَالَ :وَأَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ مَتَّوَيْهِ الْبَلْخِیُّ، حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ رُسْتُمَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُطِيعٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ رُسْتُمَ، عَنْ نُوحٍ الْجَامِعِ قَالَ :قُلْتُ لِأَبِی حَنِيفَةَ :مَا تَقُولُ فِيمَا أَحْدَثَ النَّاسُ مِنَ الْكَلَامِ فِی الْأَعْرَاضِ وَالْأَجْسَامِ؟ فَقَالَ :(مَقَالَاتُ الْفَلَاسِفَةِ، عَلَيْكَ بِالْأَثَرِ وَطَرِيقَةِ السَّلَفِ، وَإِيَّاكَ وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ، فَإِنَّهَا بِدْعَةٌ)

قَالَ :وَسَمِعْتُ أَبَا نَصْرٍ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ حَامِدٍ السِّجْزِیَّ يَقُولُ :سَمِعْتُ أَبِی يَقُولُ :قُلْتُ لِأَبِی الْعَبَّاسِ ابن سُرَيْجٍ :مَا التَّوْحِيدُ؟ قَالَ :(تَوْحِيدُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ :أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلا اللَّهُ، وأشهد أن محمد رَسُولُ اللَّهِ، وَتَوْحِيدُ أَهْلِ الْبَاطِلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ :الْخَوْضُ فِی الْأَعْرَاضِ وَالْأَجْسَامِ، وَإِنَّمَا بُعِثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنْكَارِ ذَلِكَ)

قَالَ :وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدٍ الْبُخَارِیَّ، سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْأَحْنَفِ، سَمِعْتُ الْفَتْحَ بْنَ عُلْوَانَ، سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَجَّاجِ، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ، صَاحِبَ أَبِی حَنِيفَةَ يَقُولُ :قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ:(لَعَنَ اللَّهُ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’علمِ کلام‘‘ کے متعلق اس طرح کی روایات کو علامہ ابنِ تیمیہ (المتوفیٰ:728ھ) نے بھی ’’الفتاویٰ الکبریٰ‘‘ میں نقل کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیة، ج٦ ص ٥٦١، ٥٦٢، کتاب فی الرد علی الطوائف الملحدة والزنادقة،أوجه الرد علی المعارضین،الوجه التاسع والخمسون القول بالتجزؤ والتبعیض والتعدد والترکیب والتألیف فی کلام الله)

خطیب بغدادی(المتوفیٰ:463ھ) نے اپنی کتاب ’’تاریخِ بغداد‘‘ میں ’’بشر بن غیاث مریسی‘‘ کے بارے میں فرمایا کہ:

وبشر من أصحاب الرأی، أخذ الفقه عن أبی یوسف القاضی، إلا أنه اشتغل بالکلام، وجرد القول بخلق القرآن؛ وحکی عنه أقوال شنیعة، ومذاهب مستنکرة، أساء أهل العلم قولهم فیه بسببها، وکفره أکثرهم لأجلها، وقد أسند من الحدیث شیئا یسیرا عن حماد بن سلمة، وسفیان بن عیینة وأبو یوسف القاضی، وغیرهم . (تاریخ بغداد للخطیب ، ج : ٧ ص : ٦١ ، تحت الترجمة : بشر بن غیاث بن أبی کریمة، أبو عبد الرحمن المریسی، مولی زید ابن الخطاب)

ترجمہ: اور بشر اصحابِ رائے میں سے تھا، اس نے فقہ کو قاضی ابو یوسف سے حاصل کیا ،مگر وہ علمِ کلام میں مشغول ہوگیا، اور خلقِ قرآن کے قول میں تفرد اختیار کیا، اور اس سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَمْرَو بْنَ عُبَیْدٍ، إِنَّهُ فَتَحَ لِلنَّاسِ الطَّرِیقَ إِلَی الْکَلَامِ، فِیمَا لَا یَعْنِیهِمْ مِنَ الْکَلَامِ)

قَالَ أَبُو الْفَضْلِ الْمُقْرِءُ :قَالَ :وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ :(کَانَ أَبُو حَنِیفَةَ یَحُثُّنَا عَلَی الْفِقْهِ، وَیَنْهَانَا عَنِ الْکَلَامِ)

قَالَ :سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْحَرْبِیَّ، سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ، سَمِعْتُ أَبَا عَلِیٍّ الصُّولِیَّ، سَمِعْتُ شَیْبَانَ بْنَ قَتَادَةَ، سَمِعْتُ أَبَا حَاتِمٍ السِّجِسْتَانِیَّ، سَمِعْتُ الْأَصْمَعِیَّ، سَمِعْتُ شُعْبَةَ یَقُولُ :کَانَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ یَبْغَضُ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ، وَیَنْهَی عَنْ مُجَالَسَتِهِمْ أَشَدَّ النَّهْیِ، وَکَانَ یَقُولُ :(عَلَیْکُمْ بِالْأَثَرِ، وَإِیَّاکُمْ وَالْکَلَامَ فِی ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ)

قَالَ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِیَّ، یَقُولُ :سَمِعْتُ إِبْرَاهِیمَ الْخَوَّاصَ یَقُولُ :(مَا کَانَتْ زَنْدَقَةٌ وَلَا کُفْرٌ، وَلَا بِدْعَةٌ، وَلَا جُرْأَةٌ فِی الدِّینِ، إِلَّا مِنْ قِبَلِ الْکَلَامِ، وَالْجَدَلِ وَالْمِرَاءِ، وَالْعُجْبِ، وَکَیْفَ یَجْتَرِءُ الرَّجُلُ عَلَی الْجِدَالِ وَالْمِرَاءِ وَاللَّهُ یَقُولُ :(مَا یُجَادِلُ فِی آیَاتِ اللَّهِ إِلا الذین کفروا) (أحادیث فی ذم الکلام وأهله، ج١، ص٨٢،الیٰ ص٨٦)

اقوالِ شنیعہ اور مذاہبِ مستنکرہ مروی ہیں،ان اقوال کی وجہ سے اہلِ علم حضرات نے اس کی مذمت کی ہے،اوران اقوال کی وجہ سے بہت سے حضرات نے مریسی کی تکفیر کی ہے،اور مریسی نے چند احادیث حماد بن سلمہ اور سفیان بن عیینہ اور قاضی ابو یوسف وغیرہ کی سند سے روایت کی ہیں(تاریخ بغداد)

خطیب بغدادی نے''تاریخِ بغداد''میں اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے کہ:

قال أبو حنيفة :صنفان من شر الناس بخراسان، الجهمية والمشبهة(تاريخ بغداد وذيوله، ج١٣، ص٣٧٣، رقم الرواية: ٢٣، ما حكى عن أبى حنيفة فى الإيمان)

ترجمہ:امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ''خراسان''کے لوگ میں شریر ترین دو جماعتیں ہیں، ایک''جهمية''اورایک''مشبهة''(تاریخِ بغداد)

''بشر مریسی''جیسے مبتدعین نے حنفیہ کی طرف کئی باطل افکار کو منسوب کردیا،جو بعد میں حنفیہ کے ہاں شہرت پکڑ گئے۔

''خطیب بغدادی''نے فرمایا کہ:

وقال النخعي :حدثنا محمد بن شاذان الجوهري قال :سمعت أبا سليمان الجوزجاني، ومعلى بن منصور الرازي يقولان :ما تكلم أبو حنيفة ولا أبو يوسف، ولا زفر، ولا محمد، ولا أحد من أصحابهم في القرآن، وإنما تكلم في القرآن بشر المريسي، وابن أبي دؤاد، فهؤلاء شانوا أصحاب أبي حنيفة (تاريخ بغداد وذيوله، ج١٣، ص٣٧٤، رقم الرواية: ٣٣، ما حكى عن أبى حنيفة فى الإيمان)

ترجمہ:اورنخعی نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن شاذان جوہری نے بیان کیا،وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان جوزجانی اور معلّٰی بن منصور رازی سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور ان کے کسی شاگرد نے قرآن کے بارے میں

کوئی (فاسد) کلام نہیں کیا، بس قرآن کے بارے میں بشر مریسی اور ابنِ ابی داؤد نے ہی کلام کیا، اوران لوگوں نے اصحابِ ابی حنیفہ کی طرف عیب کو منسوب کیا (تاریخ بغداد)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ (المتوفیٰ:728ھ) کے''الفتاویٰ الکبریٰ''میں ہے:

وهـذا لأن الأئـمة قـد انتسـب إليهم فى الفروع طوائف من أهل البدع والأهـواء الـمـخـالـفيـن لهـم فى الأصول مع براءة الأئمة من أولئك الأتبـاع، وهـذا مشهـور، فـكـان فى ذلك الوقت قد انتسب كثير من الـجهـمية والـقـدرية مـن المعتزلة، وغيرهم إلى مذهب أبى حنيفة فى الـفـروع مـع أنـه وأصـحـابـه كانوا من أبرإ الناس من مذاهب المعتزلة وكـلامهـم فى ذلك مشهور، حتى قال أبو حنيفة :لعن الله عمرو بن عبيد هو فتح على الناس الكلام فى هذا.

وقال نوح الجامع :سـألـت أبا حنيفة عما أحدث الناس من الكلام فى الأعراض والأجسام، فقال :كـلام الفلاسفة عليك بالكتاب والسنة، ودع ما أحدث فإنه بدعة.

وقـال أبو يوسف :مـن طـلـب الـعلم بالكلام تزندق، وأراد أبو يوسف إقـامة الـحـد عـلـى بشر المريسى لما تكلم بشىء من تعطيل الصفات حتى فر منه وهرب.

وقـال محمد بن الحسن :أجـمـع علماء الشرق والغرب على الإيمان بـصـفـات الله التى وصف بها نفسه أو وصفه بها رسوله وأنها تمر كما جاءت (الـفـتـاوى الـكـبـرى ،لابـن تيـمـية، ج٦ ،ص٨٦، كتاب إقامة الدليل على إبطال التحليل،الوجه الثالث عشر)

ترجمہ: اوراس کی وجہ یہ ہے کہ فروعی مسائل میں ائمہ کی طرف اہلِ بدعت اوراہلِ اہواء کی کچھ ایسی جماعتوں نے بھی اپنا انتساب کرلیا، جو اصول میں ان ائمہ کے مخالف

تھے،، باوجودیکہ ائمہ ان اتباع کی نسبت کرنے والوں سے بری تھے، اور یہ بات مشہور ومعروف ہے، پس اس وقت بہت سے جہمیہ، اور قدریہ، اور معتزلہ، اور دوسرے فرقہ کے لوگوں نے فروع میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی طرف انتساب کیا، تاہم امام ابو حنیفہ اوران کے اصحاب، معتزلہ وغیرہ کے مذاہب سے، دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بری تھے، اوران حضرات کا اس بارے میں کلام مشہور ہے، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اللہ عمرو بن عبید پر لعنت فرمائے، اسی نے لوگوں پر اس باب میں کلام کا دروازہ کھولا۔

اورنوح جامع سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے اعراض اوراجسام کے بارے میں ایجاد کیے جانے والے کلام کے متعلق سوال کیا، توانہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ فلاسفہ کا کلام ہے، تم کتاب وسنت کی اتباع کرو، اورلوگوں نے جو یہ کچھ (کلام وفلسفہ) ایجاد کیا، اس کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ بدعت ہے۔

اورامام ابویوسف نے فرمایا کہ جس نے علم کو''کلام'' سے طلب کیا، وہ زندیق ہوجائے گا، اور امام ابو یوسف نے''بشر مریسی'' پر حد قائم کرنے کا ارادہ کیا، جب اس نے صفاتِ باری تعالیٰ کے تعطل کے بارے میں کچھ کلام کیا، یہاں تک کہ''بشر مریسی'' نے ان سے راہِ فراراختیار کی اوروہ بھاگ دوڑا۔

اورامام محمد بن حسن نے فرمایا کہ علماء کا مشرق سے مغرب تک اللہ کی ان صفات پر ایمان لانے پر اجماع ہے، جن کے ساتھ اللہ نے اپنے آپ کو متصف فرمایا، یا اس کے رسول نے متصف فرمایا، اوران صفات کو اسی طرح برقرار رکھا جائے گا، جس طرح وہ صفات آئی ہیں (الفتاویٰ الکبریٰ)

بشر مریسی نے صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق تاویلات کا ایسا راستہ اختیار کیا، جس کے نتیجے میں صفاتِ باری تعالیٰ کا تعطل لازم آیا، اور پھر اس کے نتیجہ میں اس قسم کے بعض افکار، مابعد کے بعض حنفیہ وغیرہ میں غلط فہمی کا باعث بنے۔

عبرت کدہ   حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 75   مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل کے دیگر مطالبات اور آیاتِ بینات کا ظہور

بنی اسرائیل کو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کی وجہ سے ''ارضِ مقدسہ'' سے محروم کردیا، اوران کوسزا کے طور پرایک بیابان علاقے میں قید کردیا، تواس علاقے میں بنی اسرائیل مارے مارے پھرتے تھے، اس میدان میں دور دور تک سبزہ اور پانی کا نام ونشان نہیں تھا، اور نہ ہی اس میدان میں کوئی عمارت تھی، جس کے نیچے دھوپ اور سردی وگرمی سے بچا جاسکے، اور نہ ہی یہاں کوئی کھانے پینے کا سامان تھا۔

مگر اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے اسی میدان میں ان کی تمام ضروریات کا انتظام فرمادیا۔

بنی اسرائیل کے لیے پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹنا

جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ ہم پانی کہاں سے پئیں، ہم تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرجائیں گے، یہاں تو پینے کے لیے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں، تو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی، تو ان کو وحی الٰہی سے یہ حکم دیا گیا کہ اپنی عصا ولاٹھی، زمین پر ماریں، حضرت موسیٰ نے حکم کی تعمیل کی، تو فوراً بارہ مقامات سے پانی اُبل پڑھا، اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے جدا جدا چشمے جاری ہوگئے۔ [1]

---

[1] وقد بسطه المفسرون فی کلامهم کما قال ابن عباس رضی الله عنه: وجعل بین ظهرانیهم حجر مربع وأمر موسى علیه السلام فضربه بعصاه فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا فی کل ناحیة منه ثلاث عیون وأعلم کل سبط عینهم یشربون منها لا یرتحلون من منقلة إلا وجدوا ذلک معهم بالمکان الذی کان منهم بالمنزل الأول(تفسیر ابنِ کثیر، ج ۱ ص ۱۷۸، سورة البقرة)

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡحَجَرَ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا قَدۡ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٦٠)

یعنی ''اور جب موسیٰ نے پانی طلب کیا اپنی قوم کے لیے، تو ہم نے کہا کہ مارو اپنی لاٹھی کو پتھر پر تو پھوٹ پڑے، اس سے بارہ چشمے، تحقیق جان لیا تمام لوگوں نے اپنے گھاٹ کو (ہم نے ان سے کہا کہ) کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق سے اور مت پھرو زمین میں فسادی بن کر''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دعاء کی، تو ایک خاص پتھر کو صرف لاٹھی مارنے سے اللہ کی قدرت سے بارہ چشمے نکل پڑے، بنی اسرائیل کے چونکہ بارہ خاندان اس طرح تھے کہ حضرت یعقوب کے بارہ فرزند تھے، ہر ایک کی اولاد کا ایک ایک خاندان تھا، ان کو انتظامی معاملات میں الگ الگ ہی رکھا جاتا تھا، اس لیے چشمے بھی بارہ ہی نکلے۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَیۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡحَجَرَ فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا قَدۡ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ (سورة الاعراف، رقم الآية ١٦٠)

یعنی ''اور ہم نے جدا جدا کر دیا انہیں بارہ قبیلے (بنا کر) گروہوں کی شکل میں، اور ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف، جب پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے، یہ کہ تو مار اپنی لاٹھی کو پتھر پر، تو پھوٹ پڑے، اس سے بارہ چشمے، تحقیق معلوم کر لیا سب لوگوں نے اپنا گھاٹ''

بنی اسرائیل کے لئے سائے اور کھانے پینے کا انتظام

بنی اسرائیل کی طرف سے، جب گرمی کی شدت اور سایہ دار درختوں اور مکانوں کی راحت میسر نہ ہونے کا مطالبہ آیا، تو حضرت موسیٰ کی دعاء سے، بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اس مشکل سے بھی،

اس طرح نجات دے دی کہ ان کے اوپر آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے، سایہ فگن ہوگئے، اور بنی اسرائیل جہاں بھی جاتے، بادلوں کا یہ سائبان ان کے سروں پر سایہ فگن رہتا۔ [1]

اسی بنی اسرائیل کو جب بھوک کا تقاضا ہوا، تو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعاء کو قبول فرمایا، اور ان کے کھانے کا غیب سے انتظام فرمادیا، چنانچہ جب صبح ہوئی، تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ زمین اور درختوں پر جگہ جگہ سفید اولے کے دانے کی طرح شبنم کی صورت میں آسمان سے کوئی چیز برس کرگری ہے، اس کو کھایا، تو نہایت شیرین، حلوے کی طرح تھی، اس کو قرآن مجید نے ''من'' یعنی ترنجبین (Manna) قرار دیا، اور دن میں تیز ہوا چلی، اور تھوڑی دیر میں ''بٹیر'' کی طرح کے پرندوں کے غول کے غول آ کر زمین پر اترے، اور پھیل گئے، بنی اسرائیل نے بآسانی ان کو ہاتھوں سے پکڑلیا، اور بھون کر کھانے لگے، اس کو قرآن مجید میں ''سلویٰ'' قرار دیا گیا۔ [2]

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۵۷)

یعنی ''اور ہم نے سایہ کیا تم پر بادل کا، اور ہم نے نازل کیا تم پر من اور سلوی کا، کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے عطا کی ہیں تمہیں، اور انہوں نے ظلم نہیں کیا ہم پر، اور لیکن وہ تھے، اپنے آپ پر ظلم کرتے''۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] وظللنا عليكم الغمام وهو جمع غمامة، سمى بذلك لأنه يغم السماء أى يواريها ويسترها، وهو السحاب الأبيض ظللوا به فى التيه ليقيهم حر الشمس(تفسير ابنِ كثير، ج ۱ ص۲۶۸ ۱ ، سورة البقرة)

[2] وأنزلنا عليكم المن فى التيه قيل هو الخبز الرقاق– والأكثرون على انه الترنجبين وقال مجاهد هو شىء كالصمغ كان يقع على الأشجار طعمه كالشهد فقالوا يا موسى قتلنا هذا لمن بحلاوته فادع لنا ربك يطعمنا اللحم فانزله الله والسلوى وهو طائر يشبه السمانى– وقيل هو السمانى بعث الله تعالى سحابة فمطرت السمانى فى عرض ميل وطول رمح فى السماء بعضه على بعض وكان ينزل المن والسلوى كل صباح من طلوع الفجر الى طلوع الشمس فيأخذ كل واحد منهم ما يكفيه يومه وليلته فاذا كان يوم الجمعة أخذ ما يكفيه ليومين ولم يكن ينزل يوم السبت (التفسير المظهرى، ج ۱ ص ۷۳، سورة البقرة)

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ١٦٠)

یعنی ”اور ہم نے سایہ کیا ان پر بادلوں کا، اور ہم نے اتارا ان پر من اور سلوی، تم کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے، جو ہم نے رزق دیا تمہیں، اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر، اور لیکن وہ تھے اپنی جانوں پر ظلم کرتے“۔

اور سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (سورة طٰهٰ، رقم الآية ٨٠)

یعنی ”اے بنی اسرائیل یقیناً ہم نے نجات دی تمہیں، تمہارے دشمن سے، اور ہم نے وعدہ کیا تم سے طور (پہاڑ) کی دائیں جانب کا، اور ہم نے نازل کیا تم پر من اور سلویٰ“۔

اس طرح روزانہ بغیر زحمت وتکلیف کے ان کو یہ دونوں نعمتیں مہیا ہوجاتیں، لیکن اللہ نے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے ذریعے ان کو یہ تنبیہ کردی تھی کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق ”من وسلویٰ“ کو کام میں لائیں، اور دوسرے دن کے لیے ذخیرہ نہ کریں، ہم ان کو روزانہ یہ نعمت عطاء کرتے رہیں گے۔ [1]

---

[1] وقد قال الله تعالى: " يا بنى إسرائيل قد أنجيناكم من عدوكم وواعدناكم جانب الطور الأيمن ونزلنا عليكم المن والسلوى *كلوا من طيبات ما رزقناكم، ولا تطغوا فيه فيحل عليكم غضبى، ومن يحلل عليه غضبى فقد هوى *وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى "

يذكر تعالى منته وإحسانه إلى بنى إسرائيل بما أنجاهم من أعدائهم وخلصهم من الضيق والحرج وأنه وعدهم صحبة نبيهم إلى جانب الطور الأيمن أى منهم، لينزل عليه أحكاما عظيمة فيها مصلحة لهم فى دنياهم وأخراهم وأنه تعالى أنزل عليهم فى حال شدتهم وضرورتهم فى سفرهم فى الأرض التى ليس فيها زرع ولا ضرع، منا من السماء، يصبحون فيجدونه خلال بيوتهم، فيأخذون منه قدر حاجتهم فى ذلك اليوم إلى مثله من الغد، ومن ادخر منه لأكثر من ذلك فسد، ومن أخذ منه قليلا كفاه، أو كثيرا لم يفضل عنه، فيصنعون منه مثل الخبز، وهو فى غاية البياض والحلاوة، فإذا كان من آخر النهار غشيهم طير السلوى، فيقتنصون منها بلا كلفة ما يحتاجون إليه حسب كفايتهم لعشائهم.

وإذا كان فصل الصيف ظلل الله عليهم الغمام، وهو السحاب الذى يستر عنهم حر الشمس وضوئها الباهر (قصص الانبياء لابنِ كثير، ج٢ ص١٠٧)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

انجیر کے فوائد وخواص

انجیر نہایت مفید پھل ہے،اس میں کافی مقدار میں غذائیت پائی جاتی ہے،انجیر سے خون کی مقدار بڑھتی ہے،اس کے مستقل استعمال سے بدن موٹا اور چہرے کی رنگت نکھرتی ہے۔

انجیر نازک پھل ہے،اور پکنے کے بعد خود بخود ہی گر جاتا ہے،اور اسے دوسرے دن تک محفوظ رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے،اس وجہ سے انجیر کو محفوظ رکھنے کے لئے خشک کرلیا جاتا ہے،اور عام طور پر خشک شدہ انجیر ہی زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

بچوں کی قوتِ مدافعت اور جسمانی صحت کی بہتری کے لئے

انجیر کو مغز بادام کے ساتھ ملا کر استعمال کریں تو یہ قوتِ مدافعت بڑھاتی ہے،اور اعصاب کو طاقت دیتی ہے،جس کی وجہ سے معمولی زہروں کے اثر سے انسانی صحت محفوظ رہتی ہے۔

یہ پھل خون کے سرخ ذرات میں اضافہ کرتا ہے اور زہریلے مادے ختم کر کے خون کو صاف وشفاف کرتا ہے،مزید براں انجیر کو دودھ کے ساتھ استعمال کرنے سے رنگت نکھرتی ہے،اور جسم فربہ ہوتا ہے،خشک انجیر بچوں کی نشو ونما کے لیے بے حد مفید ہے،خاص طور پر سردیوں کے موسم میں انجیر بچوں کے لئے بہترین تحفہ ہے،اس کے علاوہ کم وزن والوں اور دماغی کام کرنے والوں کے لیے بھی انجیر مفید ہے۔

گیس،قبض اور بواسیر کے لئے افادیت

انجیر کو نہار منہ استعمال کرنے سے غذا کے راستے کھلتے ہیں۔

اور کھانا کھانے کے بعد انجیر کے چند دانے کھانے سے غذائیت حاصل ہونے کے علاوہ ہاضمہ بہتر ہوتا ہے،اور بواسیر ختم ہوتی ہے،یہاں تک کہ تجربے کے مطابق اگر چند دن صبح شام ایک ایک انجیر،

ایک گلاس پانی میں ڈال کر دوسرے وقت وہ انجیر کھالی جائے اور اس کا پانی پی لیا جائے، تو بواسیر کی وجہ سے پاخانہ کے مقام پر بننے والے مسّے بھی آہستہ آہستہ خشک ہوکر ختم ہوجاتے ہیں، انجیر سے دائمی قبض بھی دُور ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ گیس اور ریاح بھی انجیر کے استعمال سے ختم ہوتی ہے، البتہ انجیر کا زیادہ استعمال بعض اوقات دَست آور بن جاتا ہے۔

کھانسی، دمہ اور بلغم کے لئے افادیت

انجیر کے استعمال سے گلے اور سینے کی خشکی دُور ہوتی ہے، اطباء نے پھیپھڑوں کے تمام امراض کے لئے انجیر کو مفید قرار دیا ہے، چنانچہ کھانسی اور دمے میں بھی اس کے استعمال سے فائدہ ہوتا ہے، اور انجیر غیر ضروری بلغم خارج کرنے میں مدد دیتی ہے، کھانسی میں انجیر کا شربت یا جوشاندہ پلانا مفید ہے۔

گردے، مثانہ اور جگر و تلی کے لئے افادیت

انجیر جسمانی حرارت پیدا کرتی ہے، جگر کو قوت دیتی ہے، جگر اور تلی کی صفائی کرتی ہے، اور جگر اور تلی کے سدوں کو کھولتی ہے، اس کے علاوہ انجیر مثانہ اور گردے کی پتھری کو بھی تحلیل کر کے نکالتی ہے، انجیر کیونکہ مثانہ کو طاقت دیتی ہے، اس لئے انجیر کا باقاعدہ استعمال قطرہ قطرہ پیشاب آنے کے مرض کو بھی فائدہ دیتا ہے۔

انجیر کے استعمال کا آسان اور مفید طریقہ

انجیر کا شربت محض انجیر کو پانی میں رات بھر بھگو کر رکھنے اور صبح کو چھان لینے سے بھی حاصل ہوجاتا ہے، انجیر کا شربت جوانوں ور بوڑھوں سب کے لئے مفید ہے، نیز انجیر کو پانی میں بھگو کر رکھنے سے انجیر پھول جاتی ہے، بوڑھے اور کمزور دانتوں والے حضرات کے لئے انجیر سے فائدہ اُٹھانے کا یہ بہترین طریقہ ہے، اگر روزانہ ایک یا دو عدد انجیریں اس طریقہ سے استعمال کر لی جائے، تو یہ طبیعت پر بھاری بھی نہیں ہوتی، اور تندرستی بھی قائم رہتی ہے۔

اخبارِ ادارہ

مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 23/30رجب المرجب/اور 7/14/شعبانُ المعظم1443ھ،بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 25/رجب المرجب،اور 2/9/16/شعبانُ المعظم1443ھ،بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 21/رجب،بروز بدھ،مولانا زاہد اسلام صاحب کی دعوتِ ولیمہ میں مدیر صاحب،مع چند اراکینِ ادارہ کے راولپنڈی میں ایک مقام پر ظہرانے میں مدعو تھے۔

□...... 25/رجب،بروز اتوار،قاری ہارون صاحب کے بھائی صاحب کے ولیمہ پر چند اراکینِ ادارہ کا اُن کے گاؤں جانا ہوا۔

□......29/رجب،بروز جمعرات مولانا غلام بلال صاحب کے نانا جناب فرزند علی صاحب،105سال کی عمر میں اپنے گاؤں سرگودھا میں رِحلت فرماگئے،اللہ تعالیٰ بابا صاحب مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائے۔آمین۔

□......2/شعبانُ المعظم بروز اتوار،جناب مفتی کلیم اللہ صاحب(مہتمم:جامعہ ابوہریرہ،پشین،بلوچستان)مفتی صاحب مدیر سے،سے ملاقات کے لئے ادارہ غفران تشریف لائے۔

اسی روز ادارہ غفران کے شعبہ ناظرہ بنین/بنات کے سالانہ امتحانات ہوئے۔

□...... 5/شعبانُ المعظم،بروز بدھ،ادارہ کے شعبہ حفظ کے سالانہ امتحان کے لئے جناب قاری حبیبُ اللہ صاحب،ویسٹریج سے ادارہ غفران تشریف لائے۔

□...... 8/شعبانُ المعظم،بروز ہفتہ،مفتی صاحب مدیر،نے جناب قسیم صاحب،ابنِ صالحین صاحب کی بیٹی کا نکاحِ مسنون پڑھایا،اللہ تعالیٰ زوجین کی ازدواجی زندگی میں برکت عطا فرمائے۔آمین۔

□......12/شعبانُ المعظم(16/مارچ)بروز بدھ،تعمیرِ پاکستان سکول میں تعلیمی سال22-2021کے سالانہ امتحانات کے نتیجہ کا دن تھا،کامیاب ہونے والے طلبہ کو انعامات دیے گئے،اللہ تعالیٰ تمام طلبہ/طالبات کو دنیا وآخرت کی کامیابیاں عطا فرمائے۔آمین۔

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 21/فروری/2022ء/19/رجب المرجب/1443ھ: پاکستان: جعلی خبر پر 5سال تک سزا، آرڈیننس جاری، کسی فرد کے تشخص پر قابل دست اندازی، ناقابلِ ضمانت، چھ ماہ میں فیصلہ، ہائیکورٹ کو کیس کی تفصیلات جمع کرانا ہوں گی ✍ 22/فروری : پاکستان: ترمیمی آرڈیننس، الیکشن کمیشن بھی معترض، اپوزیشن کا پیکا ایکٹ چیلنج کرنے کا اعلان ✍ 23/فروری : پاکستان: سعودی عرب کی جانب سے مؤخر ادائیگی پر تیل رواں ماہ سے ملنا شروع ہوجائے گا، پارکو اور نیشنل ریفائنری لمیٹڈ کو ماہانہ 5 کروڑ ڈالر کے مساوی مالیت کا تیل فراہم کیا جائے گا ✍ 24/فروری : پاکستان: وزیرِ اعظم پاکستان کا دو دہائیوں بعد دورہ روس، عمران خان ماسکو پہنچ گئے ☎ سابق وزیرِ داخلہ وسینیٹر عبدالرحمٰن ملک انتقال کر گئے، پی پی رہنما کورونا کے باعث وینٹی لیٹر پر تھے، نمازِ جنازہ آج ✍ 25/فروری : ماسکو: روس کا یوکرین پر حملہ، کئی شہروں پر میزائل حملہ، زمینی فوج داخل، متعدد ہلاک، ہزاروں محصور، اسٹاک مارکیٹیں کریش، تیل، گیس، گندم کی قیمتیں بلند سطح پر جا پہنچی ✍ 26/فروری : پاکستان: مہنگائی میں اضافہ، سالانہ بنیادوں پر 15.90فیصد ہوگئی ✍ 27/فروری : پاکستان: یوکرین کا ہتھیار ڈالنے سے انکار، کیف کی گلیوں میں لڑائی، پاکستانی سفارتی عملے کے خاندانوں سمیت 63افراد کا یوکرین سے انخلا ✍ 28/فروری : پاکستان: پیپلز پارٹی کا کراچی سے لانگ مارچ شروع، اسلام آباد پہنچ کر حکومت کے خلاف دھرنے اور جلسے وجلوس کا اعلان، دوسری طرف پی ٹی آئی کا سندھ حکومت کے خلاف مارچ کراچی کی جانب گامزن ✍ یکم/مارچ : پاکستان: وزیرِ اعظم کا پیٹرول 10، بجلی 5روپے سستی کرنے کا اعلان، اگلے بجٹ تک قیمتیں نہ بڑھانے عندیہ ✍ 2/مارچ : پاکستان: کالا دھن سفید کرنے کی تیسری ٹیکس ایمنسٹی سکیم کی منظوری، وفاقی کابینہ نے اجازت دے دی، صرف 5فیصد ٹیکس ریٹ پر کالا دھن سفید کیا جاسکے گا ✍ 3/مارچ : پاکستان: پیٹرول، ڈیزل اور مٹی کے تیل پر سیلز ٹیکس کی شرح صفر کردی گئی، ایف بی آر نے نوٹیفکیشن جاری کردیا ✍ 4/مارچ : پاکستان: روس پر پابندیاں، پاکستان برآمد کنندگان کی رقوم پھنس گئیں، امریکہ اور یورپی یونین کی پابندیوں کے باعث روس سے رقوم کی ترسیل معطل ✍ 5/مارچ : پاکستان: پشاور میں دہشتگردی، 57افراد جاں بحق، 194زخمی، نمازِ جمعہ کے دوران حملہ آور نے اہلکاروں پر

فائرنگ کرنے کے بعد مسجد میں گھس کر خود کو اڑا لیا، ہر طرف انسانی اعضاء بکھر گئے، اسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ ☎ کراچی، نیا نیوکلیئر پاور پلانٹ کے تھری نیشنل گرڈ سے منسلک، 110 میگا واٹ بجلی نیشنل گرڈ کو دے گا، ترجمان اٹامک انرجی کمیشن ✍ 6 / مارچ : پاکستان: فٹیف کا جون تک پاکستان کو گرے لسٹ میں برقرار رکھنے کا فیصلہ ✍ 7 / مارچ : پاکستان: اسلامی بینکاری کی بڑھتی مقبولیت، ڈیپازٹس 4.21 ٹریلین ہو گئے ✍ 8 / مارچ : پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی، رمضان ریلیف پیکج اور تارکینِ وطن کے لیے قرضوں کی منظوری، یوٹیلیٹی اسٹورز پر 19 اشیاء پر 8.28 ارب کی سبسڈی دی جائے گی ✍ 9 / مارچ : پاکستان: اپوزیشن کی طرف وزیرِ اعظم کے خلاف تحریکِ عدمِ اعتماد جمع، 172 سے زیادہ ووٹ لیں گے، اپوزیشن ✍ 10 / مارچ : پاکستان: جانوروں کے بعد مرغیوں میں بھی نیا وائرس پھیلنے لگا ''فزولا'' کے انسانوں میں بھی منتقل ہونے کا خدشہ، بیف اور قیمہ سے بنی اشیاء کی خرید و فروخت میں نمایاں کمی ✍ 11 / مارچ : پاکستان: سپریم کورٹ، ہنگامی حالت کے بغیر آرڈیننس کا اجراء غیر آئینی قرار، آئینی شرائط کے بغیر صدر و گورنر آرڈیننس کا نفاذ نہیں کر سکتے، آرڈیننس کے ذریعے طویل المدتی حقوق، ذمہ داریاں دینے سے گریز کرنا چاہیے، تحریری فیصلہ جاری ✍ 12 / مارچ : پاکستان: جدید ترین لڑاکا طیارے جے 10 سی فضائی بیڑے میں شامل، دفاع مزید مضبوط، ایئر چیف ✍ 13 / مارچ : پاکستان: الیکشن ایکٹ ترمیمی آرڈیننس خلافِ قانون قرار، وزیرِ اعظم، وزرائے اعلیٰ، گورنرز کے انتخابی مہم چلانے پر پابندی برقرار ہے، اراکینِ پارلیمنٹ بھی قواعد کے پابند ہیں، الیکشن کمیشن ✍ 14 / مارچ : پاکستان: پاک بحریہ کے فلیٹ یونٹس کا جنگی صلاحیت کا شاندار مظاہرہ، بحری جہاز، ہوائی جہاز، اور آبدوز نے کامیابی سے اپنے مطلوبہ اہداف کو نشانہ بنایا ✍ 15 / مارچ : پاکستان: اسٹاک مارکیٹ میں شدید مندی، سرمایہ کاروں کے 6 5 ارب سے زاید ڈوب گئے، سیاسی بے یقینی سے سرمایہ کار پریشان، 100 انڈیکس 286 پوائنٹس گھٹ گیا ✍ 16 / مارچ : نیویارک: جنرل اسمبلی، اسلاموفوبیا کے خلاف عالمی دن منانے کی پاکستانی قرار منظور، 15 مارچ عالمی دن قرار ✍ 17 / مارچ : پاکستان: کورونا پابندیاں ختم، ویکسی نیشن بدستور لازمی، وبا بڑھی تو پھر اقدامات کریں گے، این سی او سی ✍ 18 / مارچ : پاکستان: سینیٹ کمیٹی، سود پر رقم دینے والوں کے خلاف تین سال سے دس سال تک قید و جرمانے کی سزا کا مشروط بل منظور ✍ 19 / مارچ : پاکستان: ڈالر کی قیمت تاریخ کی نئی بلند ترین سطح پر، اوپن مارکیٹ میں 182 تک پہنچ گیا۔